

لَا إِيَّانَا حَرْبُ اللَّهِ هُمْ الْغَالِبُونَ

مَجْدِ الْفَتَاوَى الْمُرِيدِ  
اللَّهِ عَلَيْهِ

مُصَنَّفٌ

مَرْجُوحُ الدِّينِ الْإِمَامِ الْفَقِيهِ الْمُرِيدِ الْمُجْتَمِعِ

فَاتَمَّتْ

مَكْتَبَةُ عَزِيزِيَّةِ سَمَرْقَنْدِ الْمُرِيدِ (پاکستان)



جملہ حقوق محفوظ ہیں  
66274

حج  
۹۲۱۹

ناشر: مکتبہ عربیہ ہر پتہ

طابع: احمد حسن

مطبوعہ: دین محمدی پریس لاہور

طبع بار اول ————— ایک ہزار

قیمت ————— تین روپے چالیس

بِسْمِ

## مَجْدُ الْوَالِدِ ثَانِي قَدَسَ سِرُّهُ الْعَزِيزِ

برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اسلام کے مختلف ادوار  
 غلامان، غنمی، تعلق، سادات، لودھی عہد حکومت میں  
 عوام کے دینی اور علمی رجحانات۔  
 سُر خاندان میں علماء کا اقتدار  
 اکبر اور جہانگیر کے عہد حکومت میں دینی اور روحانی انتشار  
 کی وجوہات  
 حضرت مجدوالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام "عزیمیت"  
 "عزیمیت"

معراج الدین ایم اے

مُصَنَّف کے دستخط کے بغیر کتاب مسرورہ متصوّر ہوگی

## انگل اطر نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۲	اکبری	اکبر
۶	۸	توقی	توہم
۲۰	۱۱	جواز سماخ	جواز سماخ
۲۱	۲	۱۵۲۶-۱۵۱۵	۱۵۲۶-۱۵۲۵
۲۳	۱۳	شطار یہ وقفہ	شطار یہ
۲۶	۱۴	تا آنگہ - وہ ہندوستان	تا آنگہ اسے ہندوستان
		چھوڑ کر امر کوٹ ہوتا	چھوڑ کر شاہ طہماسپ
		ہوا شاہ طہماسپ	بادشاہ ایران کے
		بادشاہ ایران کے	پاس پناہ لینا
		پاس پناہ لینا پڑی	پڑی
۲۴	۱۶	متعفن منتشر	متعفن و منتشر
۲۵	۱۱	قیام گاہ آگرہ	قیام آگرہ
۲۸	۵	سوفیدی	ایک سویدی
۶۴	۱۰	پیر عبدالقادر جیلانی	پیر عبدالقادر جیلانی
		بہنگل	بہنگل

دربار میں دوبارہ طلب	دربار میں طلب	۱۶	۹۹
قضا و قدر	قضا و قدرت	۲	۱۰۲
تمیز حاصل نہیں ہے	تمیز حاصل ہے	۱	۱۱۲
دلیری	دلبری	۱۶	۱۲۳
ارتباط	اتباط	۱۴	۱۲۴
ان کے	ان کی	۵	۱۲۸
فقر و استغناء	فقر و استغناء	۴	۱۳۹
	کیوں زائد ہے	۱۶	۱۵۲
ایک بچی	بچی	۴	۱۶۳
	وہیں زائد ہے۔	۴	۱۶۸
	میں زائد ہے	۱۵	۲۱۳
نیاز مندوں	نیاز منداں	۶	۲۲۳
میں فیض	فیض	۱	۲۲۲
اپنا یہ	اپنا یہی	۲	۲۴۸
کوشش کی	کوشش	۶	۲۴۸
لفظوں میں	لفظوں سے	۱۵	۲۵۲

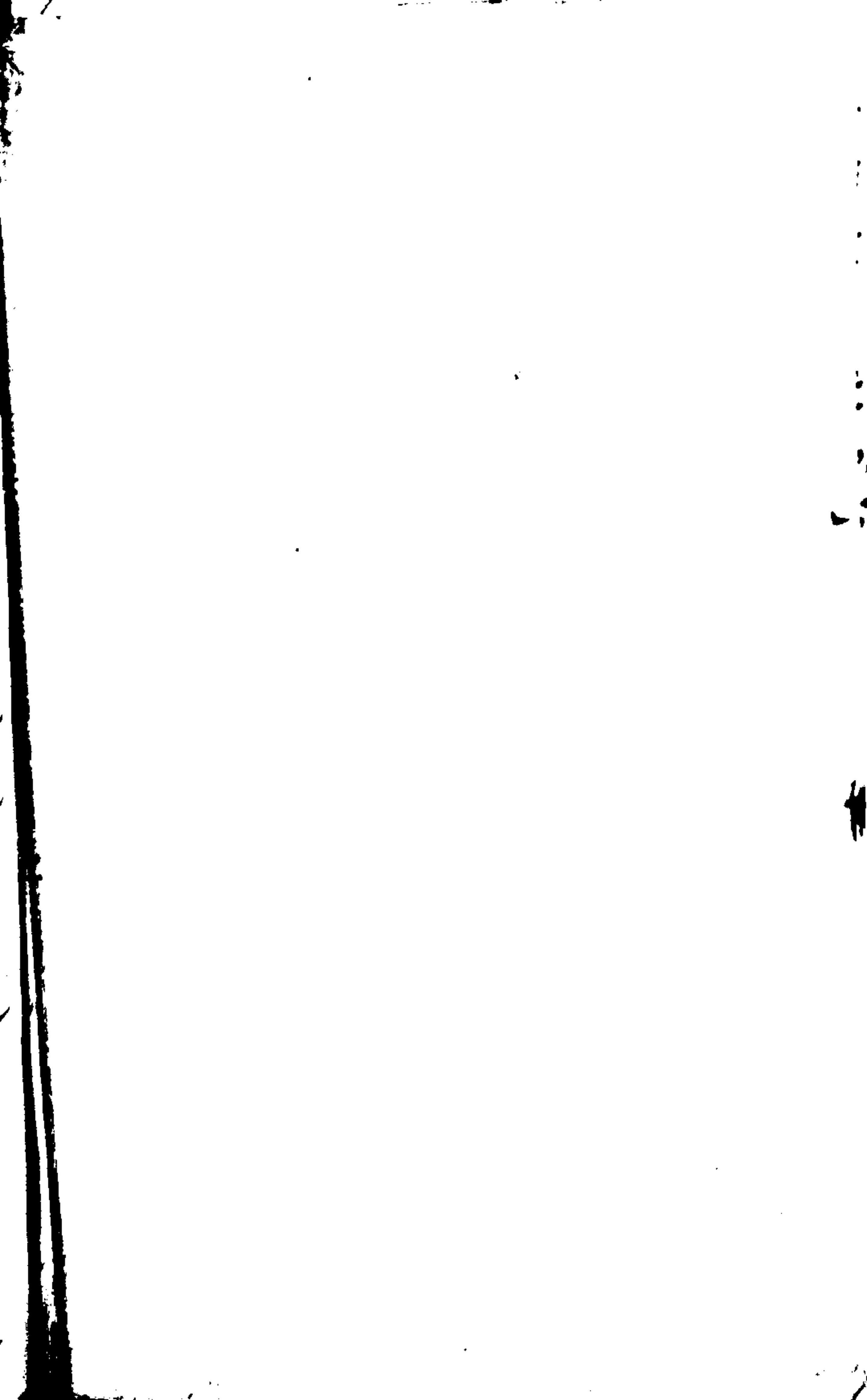
نوٹ - سنہین کے اندراج میں ما کی بجائے — پڑھا جائے

# پیشکش

یہاں کے عظیم، علمائے کرام اور مجاہدین اسلام کے حضور میں  
رجن کی مسلسل جدوجہد اور عزم و یقین سے  
برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اسلام ہوئی

میری خدمت سے الٹی پائیں یہ رنگ قبول  
پھول کچھ میں نے چسپے ہیں انکے دامن کیلئے

معراج





## تعارف

حضرت مجددِ اعظمؒ اور ان کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں کافی کتب لکھی گئی ہیں۔ لیکن زیرِ نظر کتاب کو ان سب سے الگ اور منفرد حیثیت سے پیش کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

معراج الدین ایم اے مغربی پاکستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے معروف دینی راہنماؤں میں سے ایک ہیں۔ اور انہوں نے حارثیوں کے سامنے تاریخ اور ادب کا ایک تسہیل اور معیاری معراج پیش کیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اس اہم تحقیقی کوشش کا ملک کے تمام علمی و دینی حلقوں میں خیر مقدم کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اسے حالات کے تحت اس قسم کی تحقیقی جدوجہد کی اشد ضرورت ہے۔

علامہ محمد صالحی ولی اللہ صاحب  
 امام عظیم الدین صاحب  
 پیر محمد اعجاز صاحب  
 سکندر صاحب

# امير المؤمنين سيدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت حفص رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

شیخ ناصر رضی اللہ عنہ

شیخ ابراہیم رضی اللہ عنہ

شیخ اسحاق رضی اللہ عنہ

شیخ ابو الفتح رضی اللہ عنہ

شیخ عبد اللہ واعظ الکبریٰ رضی اللہ عنہ

شیخ عبد اللہ واعظ صغیر رضی اللہ عنہ

شیخ مسعود رضی اللہ عنہ

شیخ سلمان رضی اللہ عنہ

شیخ محمود رضی اللہ عنہ

شیخ نصیر الدین رضی اللہ عنہ

شیخ شہاب الدین معروف بہ

نرخ شاہ کابلی رضی اللہ عنہ

## شجرہ نسب حضرت مجدد الف ثانی

شیخ یوسف رضی اللہ عنہ

شیخ احمد رضی اللہ عنہ

شیخ شعیب رضی اللہ عنہ

شیخ عبد اللہ رضی اللہ عنہ

شیخ اسحاق رضی اللہ عنہ

شیخ یوسف رضی اللہ عنہ

شیخ سلمان رضی اللہ عنہ

شیخ نصیر الدین رضی اللہ عنہ

امام رفیع الدین بانی قلعة سر

شیخ حبیب اللہ رضی اللہ عنہ

شیخ عبدالحی رضی اللہ عنہ

شیخ زین العابدین

شیخ عبد الاحد رضی اللہ عنہ

شیخ احمد رضی اللہ عنہ

# فہرست

صفحہ	مضامین
۱	مقدمہ
۱۱	برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اسلام
۱۴	محمد بن قاسم سے لیکر محمود غزنوی تک اشاعت اسلام کی رفتار
۱۷	محمود غزنوی کے حملہ سے فائدہ
۱۸	محمد غوری کا حملہ
۱۹	اولیائے عظام کے ذریعے اشاعت اسلام
۲۲	خارجی اثرات جو اشاعت اسلام میں روک بنے رہے
۲۴	ظہیر الدین بابر سے پہلے اشاعت اسلام کی رفتار
۲۷	نصیر الدین ہمایوں ایرانی ماحول میں
۲۸	سور خاندان کے عہد حکومت میں علمائے ظواہر کا اقتدار
۳۰	جلال الدین اکبر کے ابتدائی رجحانات
۳۱	حکومت کے بارے میں اکبر کا نظریہ



- ۱۳ اکبر کے مذہبی اعتقادات میں لغزش کے اسباب .
- ۱۴ علاج بذاتہ مرض بن کر رہ گیا .
- ۱۵ سلطنت مغلیہ کو مستحکم کرنے کیلئے دین کے بندھنوں سے آزاں ہو کر سیاسی طریق اختیار کرنا .
- ۱۶ اکبری عہد میں ہندوستان کی مرکزیت .
- ۱۷ حضرت مجددؒ کی ابتدائی سرگرمیاں .
- ۱۸ حضرت مجددؒ کا دین الہی کے مقابل مجاہدانہ اقدام .
- ۱۹ اپریشن کب ہونا چاہئے ؟
- ۲۰ ایسی بھی کوئی شام ہے جس کی سحر نہ ہو ؟
- ۲۱ سلسلہ نقشبندیہ کا دور .
- ۲۲ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ .
- ۲۳ نقشبندیہ حضرات کا مطمح نظر .
- ۲۴ حضرت خواجہ کے ہندوستان میں آنے کا مقصد و وجہ .
- ۲۵ مجددؒ کی شخصیت .
- ۲۶ وجہ تسمیہ سرسند شریف .
- ۲۷ حضرت مجددؒ کا ابتدائی دور .
- ۲۸ نبوت کا کام انسانی قلب و فکر کو تبدیل کرنا ہے .

۷۴	مجدد مشکوٰۃ نبوت سے مستتر ہوتا ہے۔	۲۹
۷۵	جہانگیر کا دور حکومت۔	۳۰
۷۶	حضرت مجدد کی فراست۔	۳۱
۷۷	حضرت مجدد کی تبلیغی سرگرمی اور مخالف عناصر کے تخریبی کام۔	۳۲
۷۸	جہانگیر کے دربار میں حضرت مجدد کی پہلی بار طلبی۔	۳۳
۷۹	حضرت مجدد کا لغزہ مسخ۔	۳۴
۸۰	گوالیار کا قلعہ خالقانہ مجددیہ کی صورت میں۔	۳۵
۸۱	معاہدے کی حقیقت۔	۳۶
۸۲	معاہدہ کے ٹوٹ جانے کی تاریخی مثال۔	۳۷
۸۳	اکبری الحاد کا قلعہ قمع کرنے والے حضرت مجدد ہیں؟	۳۸
۸۴	تصوف کو صحیح مقام پر لانے والے حضرت مجدد ہیں۔	۳۹
۸۵	وحدة الوجود کے مفہوم میں وحدت الشہود کا نظریہ۔	۴۰
۸۶	عملہ کا مطلب۔	۴۱
۸۷	عبادات و معمولات۔	۴۲
۸۸	وصال۔	۴۳
۸۹	مولانا عبدالماجد دریا باوی کا قول۔	۴۴
۹۰	مکتوبات شریف بہرہ۔	۴۵

۱۱۱	مکتوبات شریف .	۴۶
۱۲۹	خالوارہ عالیہ مجددیہ .	۴۷
۱۵۱	خاندان عالیہ مجددیہ کا نصب العین .	۴۸
۱۵۹	خالوارہ عالیہ مجددیہ نے فقر و استغنا کی مسد کو ترک نہیں کیا .	۴۹
۱۶۱	صاحبزادگان حضرت مجدد .	۵۰
۱۶۶	حضرت خواجہ محمد سعید .	۵۱
۱۷۸	صاحبزادگان توہم ثانی حضرت محمد مصوم کمال بن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ .	۵۲
۲۰۱	حضرت خواجہ محمد فرخ بن حضرت مجدد .	۵۳
۲۰۲	حضرت محمد عیسیٰ بن حضرت مجدد .	۵۴
۲۰۳	حضرت محمد اشرف بن حضرت مجدد .	۵۵
۲۰۴	حضرت شیخ محمد یحییٰ بن حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ .	۵۶
۲۰۵	خالوارہ مجددیہ کے افراد .	۵۷
۱۵	امرائے سلطنت .	۵۸
۱۸	حضرت مجدد کی صحبت کا اثر .	۵۹
۲۹	فلکائے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ .	۶۰
۳۳	خلفاء سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ .	۶۱



سجدہ و تعظیمی کروایا جائے لیکن یہ کہہ کر "اے جہانگیر! یہ کھلی حماقت نہیں ہے! کہ میں اپنے جیسے بے بس انسان کے سامنے گردن جھکاؤں" جہاں کے استکبار و نخوت کو کھلا چیلنج دیا۔ جہانگیر نے غیض و غضب میں پھوٹنا تھا۔ کیا۔ لیکن آخر ہوا وہی جو حق و باطل کی جنگ میں ہوا کرتا ہے شہنشاہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے، اسی اعتراف و شکست سے مذہ اٹھا کر حضرت مجددؒ نے اکبری الحاد کے جنازہ کو گہرے گڑھے میں نہ کر دیا، اور خود احوالے اسلام اور تبلیغ دین حقہ کے کام کو شروع دیا۔

حضرت مجددؒ کا مقام علمیت میں بہت بلند ہے۔ علمائے معاصرین نے آپ کے تبحر علمی کا اقرار کیا ہے۔ فیضی اور ابوالفضل ایسے فضلاء روزگار گو پاک فضیلت کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ تصوف میں آپ مستقل صاحب سلسلہ ہیں۔ قطبِ دوراں حضرت کمال کبھلی ایسے بزرگ شیر خوارگی میں ہی الوار ولایت کے آثار آپ کی پیشانی سے پڑھتے ہیں۔ خود حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے ہیں، کہ شیخ احمدؒ ایک آفتاب ہیں، کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان کی روشنی میں گم ہو جائیں۔

آپ اگر چاہتے تو صرف درس و تدریس اور تلقین و ارشاد کی مسند پر بیٹھ کر خلقت کو فیض یاب فرماتے رہتے۔ لیکن مقدر میں ان کمالات کے

علاوہ اور کچھ بھی لکھا تھا۔ جس کی زمانہ کو اشد ضرورت تھی۔ اللہ وسارا کا  
و تعالیٰ نے آپ کو عزیمت کے بلند مقام پر کھڑا کر کے آپ سے وہ  
کام لیا جس میں کسی دوسرے صاحب کمال کا مطلقاً سا جواز تھا۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

(۱) حضرت مجددؑ کے سیرت نگار حضرات نے ”عزیمت“ کے کردار  
کو وضاحت سے پیش نہیں کیا۔ کیوں کہ اکبری الحاد ایک دن میں  
کھڑا نہیں کرویا گیا تھا۔ بلکہ اس ”دین الہی“ کے اعلان کرنے کے  
بہت سے اسباب تھے۔ کتاب ہذا میں انہی اسباب کو  
وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔

(۲) اکبری الحاد کا تعلق صرف ہندوستان ہی سے نہ تھا۔ بلکہ اس  
کے اثرات تمام دنیائے اسلام میں پھیل رہے تھے۔ علمی، تمدنی  
اور ثقافتی لحاظ سے ہندوستان کی مرکزیت نمایاں تھی۔ تا وقتیکہ  
ہندوستان کی مرکزیت متعین نہ ہو جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی  
کا وجود علاقائی صورت میں ہی محدود ہو کر رہ جائے گا۔ سیرت نگار  
حضرات اس طرف بھی نہیں گئے۔

(۳) ہندوستان میں اشاعت اسلام زیادہ تر صوفیائے عظام  
کی کوشش سے ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں لازمی طور پر غیر مسلم کے

رسم و رواج کو تالیفِ قلوب کے پردہ میں رہنے دیا گیا۔ جو آہستہ آہستہ مذہبی صورت اختیار کرتے گئے۔ یہاں تک کہ "وین الہی البری شامی" کے وجود کے ساتھ ہی نقشب اور تصوف کے راستہ سے اسلام میں داخل ہونے گئے ان کے خلاف جہاد کرنا معمولی دلی گروہ کا کام نہ تھا۔ حضرت مجدد نے ان تمام بدعات کے خلاف ایک موثر قدم اٹھایا۔ سیرت نگار حضرات۔ حضرت مجدد کے اس کام پر پوری طرح روشنی نہ ڈال سکے۔

نقشبندیہ سلسلہ میں "تصفیۃ قلب" کو "تزکیۃ نفس" سے مقدم رکھتے ہیں۔ اس کی افادیت جملہ سلاسل کے نزدیک نمایاں ہے۔ شاید اسی لئے "بدایت در نہایت" کہا گیا ہے۔ چونکہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں تمام سلاسل کے فیوضات و برکات شامل ہو گئے ہیں۔ لہذا اس سلسلہ کی عالم گیر افادیت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ جب کہ "استکمال شریعت" کا نام ہی طریقت حقیقت اور معرفت رکھتا گیا ہو۔ تذکرہ نویس صرف ایک آدھ فقرہ لکھ کر اس اہم مضمون سے گذر گئے ہیں۔ حالانکہ حضرت مجدد کا یہ بہت بڑا کام ہے جو انہوں نے طریقت کو شریعت میں سمودیا ہے۔ اور "خلوت در انجمن" اور "نظر بر قدم" کے اندر مواجید و احوال کی کیفیات کو پہاں کر دیا ہے۔



یہی اشارہ ہے جو امام سیوطی نے جوامع الجوامع میں نقل کیا ہے۔  
 کہ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ رَجُلٌ فِي أُمَّتِي يَقْتَدُ  
 لَهُ صَلَواتُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ كَذَا وَكَذَا، ارشاد فرما  
 نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری امت میں ایک شخص صلہ سے  
 (مخلوق کو خالق سے لانے والا یا شریعت کو طریقت کے ساتھ  
 جمع کرنے والا) جس کی شفاعت سے اتنے اتنے یعنی بے شمار آدمی  
 جنت میں داخل ہوں گے، دونوں معنی کے لحاظ سے آپکی زار  
 بابرکات صلہ اور مصداق حدیث ہے۔

(۵) اکبری الحاد پورے زور پر تھا اور اس کے پیدا کردہ دین ہند  
 مہلک اثرات عوام تک پہنچ رہے تھے۔ حضرت مجدد اسی وقت  
 اس کے مقابلہ کے لیے میدان میں اتر آئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ  
 کو ابھی پختگی منظور تھی۔ — حضرت خواجہ باقی باک  
 رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں سلوک طے کرنا اور اس  
 واسطہ سے قومیت اور مجددیت کا جامہ زیب تن کرنا باقی  
 (۶) اس اثنا میں الحاد کا مواد بھی پختہ ہو کر رسنے لگا گیا تھا۔ مناسبتاً  
 عمل جراحی سے مواد خارج کر دیا گیا۔ سیرت نگار حضرات حضرت  
 مجدد کے اس شاہکار کی طرف نہیں گئے۔

سیرت نگار حضرات کے نزدیک حضرت مجدد کا سب سے بڑا کام  
 یہ تھا کہ ان کے مکاشفات و کرامات کو درج کر دیا جائے۔  
 (۷) حضرت مجدد کے کشف و کرامات سے کسے انکار ہو سکتا ہے

جب اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور شریعت محمدی علیہ صا جہا  
 والصلوٰۃ والسلام کے ناموس کی خاطر جان و مال پیش کر دیا گیا  
 ہو۔ اور قبول کرنے والے نے قبول بھی کر لیا ہو۔ اس وقت ارض و سما  
 کی ہر شے پر تصرف ہو جاتا ہے۔ مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ اللَّهُ لَهُ سَهْلٌ  
 تُوْنِيْ كَرُوْنَ اَزْ حَشْكُم دَاوُدُ سَبِيْحٌ

کہ گردن نہ پیچد زحکم تو سبج  
 جس پر توجہ ڈالی وہ ہیئت بدل گیا۔ مٹی کے ڈھیلے پر توجہ ڈالی وہ  
 خالص سونا ہو گیا کورہ کے مریض کو ان واحد میں شفا مل  
 گئی۔ مردہ کے قلب پر توجہ فرمائی ڈاکر ہو گیا۔ شاید اسی لیے حضرت  
 مجدد نے فرمایا ہے کہ اگر میں خشک لکڑی پر توجہ دوں۔ تو وہ اس  
 قدر منور ہو جائے کہ تمام عالم کو منور کر دے۔ اور ہر چیز کو فیض  
 پہنچائے۔ لیکن میں ایسا کرنا نہیں چاہتا۔

(۸) حضرت مجدد کے مکتوبات کے بارہ میں تبصرہ کرنا بہت مشکل  
 ہے۔ تاہم ان کی افادیت اس قدر واضح ہے کہ آج بھی سمجھے

ہوئے اور پیچ در پیچ مسائل کے حل مکتوبات شریف سے حاصل  
 ہوتے ہیں، شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کسی شے کو  
 بھی حضرت مجددؑ نے نہیں چھوڑا، میں نے چند مکتوبات مترجم نقل  
 ہیں۔ اور کوشش کی ہے کہ ان منتجات میں اعتقادات اعلیٰ  
 اخلاص، طریقت، حقیقت اور معرفت کے بارے میں حضرت  
 مجددؑ کے اپنے ارشادات قارئین کرام کے لئے دعوتِ فکر و عمل کا  
 سلسلہ میں مہیا کر دیئے جاویں، عبارت واقعی بہت مشکل ہے  
 تاہم بار بار پڑھنے اور کسی صاحبِ حال سے سمجھنے سے مطلب ذہن  
 میں آجاتا ہے، اگر بعض حالات میں یہ مدعا حاصل نہ ہو سکا، تو کم از کم  
 کم اس کتاب میں ان اقتباسات کا شمول یمن و برکت سے خالی  
 نہیں ہے۔

(۹) خالوارہ عالیہ مجددیہ کے حالات بھی کم و بیش شامل کر دیئے ہیں

اگرچہ ان کے حالات لکھنے کے لئے فرصت درکار ہے، تاہم کتاب  
 ہذا میں اجمالاً شامل کرنے کا مقصد دو حال سے خالی نہیں ہے

(۱) اوقاف کے پردہ میں اگر جاگیر داری اور سرمایہ داری کو اختیار

کیا جاتا، تو ہندوستان بھر میں سرمایہ داری اور جاگیر داری کے

الفاظ محض خالوارہ مجددیہ کے لئے مختص ہو کر رہ جاتے، کیونکہ



چار شاہان اولوالعزم کی وابستگی خانوادہ مجددیہ سے رہی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس خانوادہ عالیہ کے افراد نے اپنے آبائی موروثی مسند فقر و استغنا کو کسی حالت میں ترک نہیں کیا۔

(ب) خانوادہ عالیہ مجددیہ کے تمام افراد سرتاج ولایت رہے ہیں۔ صاحب کشف و کرامات اور مستجاب الدعوات تسلیم کیے گئے ہیں۔ علوم ظاہرہ میں اکثر صاحب تصنیف ہیں لیکن انہوں نے سوائے شریعتِ عزا کی ترویج کے اور کوئی اپنا نصب العین نہیں رکھا۔ حضرت مجددؑ کے خلفاء اور خلفاء درخلفاء کے نام بھی شامل کر دیئے ہیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ہمہ گیر شہرت کس قدر ہے۔ تمام اسلامی ممالک میں حضرت مجددؑ کے خلفاء کے خلفاء پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے تلقین و ارشاد کا سلسلہ قائم و دائم ہے۔

کتاب پیش نظر ہے میں نے چند احباب کے اصرار پر خیالات صفحات پر بکھیرے ہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں کس قدر کام کرنا پڑا ہے۔ اور کہاں تک میں اپنے کام سے بے بہرہ برآ ہوسکا ہوں۔

اگر سیاہ و لم، داغ لالہ زار توام  
وگر کشادہ حسنین، گل بہار توام

یہ بہت بڑی کوتاہی ہوگی اگر میں ان تمام مخلص دوستوں کا شکریہ ادا  
کروں جن کے مفید مشورہ سے مجھے ابواب کی ترتیب اور تدوین کے سلسلے  
میں امداد ملتی رہی ہے۔

معراج الدین  
ایم۔ اے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام ربّانی، محبوب سبحانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد  
سرہندی قدس سرہ العزیز کی سیرت اور مقام مجددیت کے بارے میں  
لکھنے سے پیشتر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان اسباب و علل پر ذرا <sup>تفصیل</sup>  
سے بحث کی جائے جن کی وجہ سے حضرت مجدد کو جان کی بازی لگا کر لکبر  
کے تیار کردہ الحاد کے قلعہ کو سر کرنا پڑا۔ یہ حقیقت اُس وقت واضح ہو سکتی  
ہے جب اس بزرگ صغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام کے مختلف ادوار کا ذکر  
بھی قدرے تفصیل سے کر دیا جائے

## بزرگ صغیر پاک و ہند میں اشاعتِ اسلام

محمد بن قاسم پہلا سپہ سالار ہے جس نے اپنے قوتِ بازو اور عمل  
سے اس خطہ کے رہنے والوں کو اسلام سے روشناس کرایا۔ اگرچہ اس سے  
پہلے ہند کے ساحل پر ملاحوں کے باہم اختلاط سے اسلام کا نام اس ملک  
میں پہنچ چکا تھا۔ تاہم صحیح معنوں میں اسلام کا پیغام محمد بن قاسم اور  
اُس کے ساتھی ہی لانے والے تھے۔

وہ کون سی وجوہات تھیں جن کی بنا پر محمد بن قاسم کو باوجود کامیابی کے واپس دمشق جانا پڑا۔ ان پر بحث کرنا میرا کام نہیں۔ البتہ اتنا کہنا کہ مجھے حق ہے کہ تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ ایک ایسے خاصے عرصہ کے رک گیا۔

نوجوان سپہ سالار تبلیغی مشن کے سلسلہ میں یلغار کرتا ہوا ہندوستان میں وارد نہیں ہوا تھا۔ اس کا اصل مقصد سلطنت بنو امیہ کا رعب و جلال دکھانا تھا۔ وہ بھی مجبور ہو کر۔

ہند پر عرب کا حملہ

لنکا کے راجہ نے چند عرب تاجروں کے قسیم بچوں اور بیوہ عورتوں کو بوجہ تحائف جہاز میں سوار کر

کر خلیفہ دمشق کی خدمت میں بھیجا لیکن ان جہازوں کو دیسل (موجودہ کراچی) کے نزدیک بحری ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ اس پر بصرہ کے مالک حجاج بن یوسف نے سندھ کے راجہ داہر سے عورتوں اور بچوں کی واپسی اور اس نقصان کی تلافی کا مطالبہ کیا۔ راجہ داہر نے غرور کی وجہ سے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حجاج نے ایک مختصر سی فوج بھیجی جس کو شکست ہوئی۔ اب حجاج نے اپنے سترہ سالہ نوجوان بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم کو سندھ پر فوج کشی کے لیے خلیفہ ولید کے حکم سے بھیجا۔ محمد بن قاسم نے مکران کی راہ سے سندھ پر حملہ کیا اور شہر دیسل کو فتح کر لیا۔ اور آگے بڑھنا شروع کیا۔ پھر دریائے سندھ کو پار



لے راڈ کے مقام پر حملہ آور ہوا۔ راجہ داہرنے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست  
 منی اور لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے برہمن آباؤ پھر ملتان پر  
 یہ کر لیا۔ غرضیکہ اس مختصر سے عرصہ میں ہندوستان کی تمام مخالف طاقتیں  
 بن قاسم کے سیلاب کے آگے خس و خاشاک کی طرح بہ گئیں۔ لیکن سیاسی  
 بن و متصاد نے اس نوجوان کو واپس جانے پر مجبور کیا۔ تاہم اس نقوشے سے  
 عرصہ میں نوجوان سپہ سالار کے حسن اخلاق اور تدبیر کے نقوش بحیثیت  
 ملتان آج بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

ممالک جہاں اسلام قرون اولیٰ میں عرب فاتحین کے ذریعہ سے پھیلا  
 ہوا۔ وہاں شرک و بدعات کا اثر بہت کم پایا جاتا ہے۔ بخلاف ان ممالک  
 جہاں اسلام عرب کے واسطے سے نہیں بلکہ عجم کے ذریعہ سے پھیلا ہے۔  
 وہاں شرک و بدعات کا بہت زور رہا ہے۔ اسلام توحید لے کر آیا ہے اور  
 شرک و بدعات کو کسی رواداری کی صورت میں بھی برداشت نہیں کرتا۔  
 واجب ہے کہ تین سو ساٹھ ہزاروں کو ماننے والے جب ایک خدا کے قائل  
 رہے۔ تو زندگی کے کسی حصہ میں بھی ان کا غیر اللہ کی طرف خیال نہیں گزرا  
 یہ ایک حقیقت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد  
 فقر الفاظ میں یہ ہے کہ خدا سے بھاگے ہوئے انسانوں کو ایک خدا کے  
 حضور میں اعتقاد اور عملاً جمع کیا جائے اور معبودان باطل کے ایک ایک

نقش کو صفحہ ہستی سے کلیتہً محو کر دیا جائے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اہل اہلبی و اہل نافع مکہ کے وقت غار  
کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو جَاءَ الْحَقُّ وَذَهَقَ الْبَاطِلُ پڑھ کر اپنے  
ہاتھ سے نیست و نابود کرتے جاتے ہیں۔ تاکہ شرک کا وجود کسی شکل و صورت  
میں بھی باقی نہ رہے۔ اس کے ساتھ ہی اس اہم واقعہ کو بھی پس پشت ڈال  
نہیں جاسکتا۔ کہ فتح مکہ کے فوراً بعد غزوہ حنین کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے مکہ معظمہ کے نو مسلم مجاہدین کو غنیمت کا وافر حصہ عنایت فرما  
کر رواداری اور تالیفِ قلوب کی بہترین مثال پیش کی ہے۔ یہ کہ  
توحید کے معاملہ میں انہیں نو مسلم مجاہدین کے باوجود اجداد کے ساتھ ادنیٰ  
رواداری بھی قائم نہیں رکھی۔ بلکہ ان کے معبودان باطل کے ایک ایک  
خدوخال کو اپنے ہاتھ سے مٹانا فریضہ نبوت میں شامل کر لیا یہی وجہ تھی  
کہ خلافت راشدہ کے فوراً بعد اگرچہ تلوار حصولِ اقتدار کے لیے نیام سے باہر  
آئی۔ اور ایسی باہر آئی کہ دنیا اور دنیا دلے حیران رہ گئے۔ اور قیاس کرنے  
پر مجبور ہو گئے۔ کہ شاید انحطاط کا مقصد پورا ہو رہا ہے۔ مگر رواداری  
ایک مثال بھی ایسی نظر نہیں آتی جس سے یہ معلوم ہو کہ عجیبی تاثرات کے  
تحت شرک فی التوحید نمودار ہوا ہو۔ اور اربابِ حل و عقد چپ  
چاپ بیٹھے دیکھا کیئے ہوں۔

اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، کہ مابعد کے دور میں جب  
 یوں کی رواداری میں غلو ہونے لگا۔ اور فلاسفہ یونان کی تحریروں نے  
 ردائنا شروع کیا۔ تو اصول دین اور توحید کے بارے میں کچھ رخنے  
 لرنے کی کوشش ہوئی۔ لیکن تاریخ کا طالب علم اچھی طرح جانتا ہے  
 "بقی قرآن" کے مسئلے کو امام احمد بن حنبل نے کس طور پاش پاش کر دیا۔  
 "روح ابن مقفع" کی الوہیت کس طرح تلوار کے ذریعہ سے ختم کی گئی۔

اس کا مقصد یہ ہے، کہ ممالک جہاں اسلام اصحاب یا تابعین  
 ح تابعین کے ذریعہ سے پھیلا ہے۔ وہاں شرک کو جڑ سے کاٹا گیا ہے۔  
 مالک کے بسنے والوں کے ہر مطالبات کو رواداری کی عینک سے  
 بننے کی کوشش کی ہے۔ لیکن شرک فی التوحید یا شرک فی الرسالت  
 ہی حصے کو بھی رواداری کے پہلو سے سوچنے کی کوشش نہیں کی۔

غیر مسلم سے جزیہ قبول کر لیا۔ اپنی پسپائی یا شہادت کو بھی قبول  
 ہنے میں دریغ نہیں کیا۔ مگر "تثنیہ" یا "تثلیث" یا دیگر عقائد  
 کہ کو داخل فی الدین ہونے کی رواداری پیش نہیں کی۔ یوں تو تالیف  
 اب کا معاملہ ہر وقت اور ہر ملک میں پیش آتا رہا ہے، لیکن عرب فاتحین  
 غیر مسلم کے عقائد فاسدہ کو دین میں انجذاب ہونے نہیں دیا۔

البتہ وہ ممالک جہاں پر اسلام عجم کے ذریعہ سے پھیلا ہے۔ وہاں

پر تالیفِ قلوب کے پردے میں غیر مسلم کے عقائد بھی غیر شعوری طور  
 بالترتیب اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ تا آنکہ شجر اسلام کی صحیح صورت  
 شرک و بدعات کی گھناؤنی شاخوں کے اندر چھپ کر رہ گئی۔ جس کو  
 صورت میں لانے کے لیے کسی مجددِ وقت کی ضرورت ہوتی رہی۔  
 اپنی جان و مال کی بروقت قربانی دے کر اسلام کے شجر کو صحیح طور  
 نشوونما کا موقعہ دیا۔ اور شرک و بدعات کی جملہ خورد و شاخوں کو  
 و جزم کی کلہاڑی سے کانٹ چھانٹ کر دکھایا۔

اس لیے یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر اس برصغیر پاک و ہند میں  
 قرونِ اولیٰ میں عرب فاتحین کے ذریعہ سے پھیلا ہوتا۔ اور اسکی  
 دو چار صدی تک قائم رہتی۔ تو ابر کا دین الہی یا روشنیہ عقائد  
 خرافات ہرگز ہرگز داخل فی الدین نہ ہوتے۔

محمد بن قاسم سے لے کر محمود غزنوی تک اشاعتِ اسلام کی

محمد بن قاسم کے چلے جانے کے بعد تین سو سال تک اسلام  
 اشاعت رُکی رہی۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ بعض اہل اللہ اور صاحب  
 بزرگ اس ملک میں دارو ہوتے رہے۔ اور اپنے ماحول کو تھوڑا



ن کرتے رہے۔ لیکن ان حضرات کی یہ کوششیں تبلیغ و اشاعت میں  
 وقتی تھیں۔ البتہ ان حضرات کے ورود کا یہ فائدہ ضرور ہوتا رہا۔ کہ  
 بسندہ وغیرہ علاقوں میں اسلام کا نام ایک مذہب کی فہرست  
 انا شروع ہو گیا۔

ایرانک خے پال کی پیش قدمی نے امیر  
 سبکتگین کو لپٹا ور کے راستے ہندوستان

سبکتگین کا حملہ

سرمین میں وارد ہونے کا موقعہ دیا۔ اور اہالیان ہند کے کانوں میں  
 "لام" اور "جزیرہ" کا لفظ طوعاً و کرہاً پہنچنے لگا۔ اور اس سلسلہ کے  
 اتھ ہی بزرگانِ عظام کا ورود گاہے بگاہے ہوتا رہا۔

محمود غزنوی

محمود غزنوی کے حملہ کے سلسلہ کے فائدہ پہنچا

دوں اسلام کا پیغام بہت دور تک پہنچا دیا۔ اگرچہ یہ پیغام کسی  
 زندہ سکیم کے تحت عمل میں نہیں آیا۔ تاہم اس کی عالم گیر افادیت سے  
 اور نہیں ہو سکتا کہ محقر، قنوج، اور سو منات کے مہا پرشوں اور راجاؤں  
 شوکت و ہیبت اسلام کا سکھ ماننا پڑا۔ اس کے سترہ حملوں نے  
 لام کو قریب قریب تمام ہندوستان میں غیر شعوری طور پر نفوذ ہونے  
 موقعہ دیا۔ اور ساتھ ہی محمود غزنوی کے پے در پے حملوں کا یہ فائدہ پہنچا

کہ اہل اللہ اور علماء کرام ہندوستان کی سر زمین میں بغرض تبلیغ و  
دین وارد ہونے شروع ہو گئے۔

چنانچہ حضرت علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ  
اسی غزنوی عہد میں وارد ہوئے ہیں جن کی فیض صحبت نے گرد و نواح  
اسلام سے منور کر دیا۔

## محمود غزنوی کا انتقال

محمود غزنوی کا وصال ۱۰۳۰ء  
ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کے بیٹے

میں خانہ جنگی رہی۔ اور قریباً ایک صدی تک اسلام کی اشاعت کی رفتار  
میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی۔

## محمد غوری کا حملہ

۱۰۹۱ء میں محمد غوری

نے دہلی کے تخت و تاج پر قبضہ کیا۔

حضرت معین الدین اجمیریؒ اس سے پہلے اسلام کی اشاعت کے لیے  
مرکز پر قبضہ جما بیٹھے تھے۔ اور تبلیغ کا کام اچھے پیمانے پر پورا کیا  
جس کو بہت زیادہ تقویت محمد غوری کے فاتحانہ اقدام نے دی۔

حضرت کا کام اس قدر تیزی سے ہونے لگا کہ ۱۲۳۵ء میں جب  
اجمیری نے انتقال فرمایا۔ تو لکھو کھا غیر مسلم مشرف بہ اسلام  
چلے گئے۔

# اولیائے عظام کے ذریعہ سے اشاعتِ اسلام

اسی دوران میں حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانیؒ ملتان میں وارد ہوئے  
 ، سندھ اور ملتان کے علاقہ جات میں ان کی وجہ سے اسلام پھیلا۔  
 ل میں اسلام پھیلانے والے حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ خلیفہ  
 رت شیخ بہاؤ الحق زکریا ملتانیؒ ہیں۔ اسی طرح مغربی پنجاب کے  
 لاء میں حضرت مسعود المعروف بابا فرید شکر گنجؒ کی ذات سے اسلام  
 بہت تقویت پہنچی، اور بے شمار اکھڑ اور اُجد تو میں حضور کے فیض سے  
 قہ بگوش اسلام ہوئیں۔ جنوبی و شمالی ہند کے علاقوں میں اسلام  
 نرت معین الدین اجمیریؒ اور ان کے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار  
 کی کے ذریعہ سے پھیلا۔ اس دوران میں ہندوستان میں اسلامی حکومت  
 مل طور پر قائم ہو چکی تھی، اور علماء و فقراء کا ورود اس خطہ میں بہت  
 بڑھ ہو گیا تھا۔

خاندانِ غلامان کی حکومت

ان سلاطین میں سلطان التمش

۱۲۰۶-۱۲۹۰

خاندانِ غلامان

شخصیت ایسی نظر آتی ہے جو فقیر منش بادشاہ تھا، اور اس کا نصب العین

اہل اللہ کی دل جوئی اور خدمت کرنا تھا۔ اس خاندان کا آخری اور زبردست  
بادشاہ بلبن باوجود اپنی شوکت اور سطوت کے حضرت نظام الدین اودھ  
کی عقیدت کو باعثِ فخر سمجھتا رہا۔

خاندانِ خلجی ۱۲۹۰ء تا ۱۳۲۰ء تک حکومت  
کرتا رہا۔ اس خاندان کا زبردست

بادشاہ علاؤ الدین خلجی ان پڑھ اور سخت گیر ہونے کے باوجود فقرا اور  
اہل اللہ کی عقیدت کا دم بھرتا رہا۔

خاندانِ تغلق ۱۴۱۴ء تا ۱۳۲۰ء تک  
حکمران رہا۔ اس عہد میں البتہ فقرا

کی نسبت اہل علم کی قدر زیادہ ہوئی۔ چنانچہ عنایت الدین تغلق نے حضرت  
نظام الدین اولیاءؒ کے سامنے جواہر و سماع کا محضر نامہ پیش کیا۔  
کے جانشین محمد تغلق نے اپنے لئے ایک علیحدہ راہ اختیار کی۔ بہر حال  
خاندانِ تغلق کے عہد حکومت میں چشتیہ فقرا کی مرکزیت کو قدر  
و سجا لگا۔ قادریہ اور شہروردیہ بزرگانِ عظام مختلف حصوں  
تسلیم و ارشاد کرتے رہے۔

# سادات اور لودھی خاندان میں علما کی ترقی

۱۲۱۴۵۰

۱۲۱۵۱۵۲۶

سادات اور لودھی خاندان میں علما کی ترقی اور سادات اور لودھی کی  
 ترقی۔ ان دونوں حکمرانوں کے زمانہ میں علما کو قدر سے تیسلیخ و  
 عزت کا موقعہ ملتا رہا۔ لیکن دوسری طرف اس بات کو بھی نظر انداز  
 نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام کی بڑھتی ہوئی اشاعت کے تحت بہت سے  
 نئے ایسے راجے شروع ہو گئے، جس سے اسلام کے صحیح خدو و حال  
 اسی پرانی رواداری کے تحت تبدیلی ہونا شروع ہو گئی۔ ان ہندو  
 راجوں کا مقصد بظاہر ہندو مسلم عقائد میں اتحاد و یگانگت تھا۔  
 اس کی وجہ سے تیسلیخ میں قدرے رکاوٹ ہو گئی۔ اور اس زمانہ کے  
 ذمہ داروں کے عظام کو بھی مسامحت اور رواداری کا پہلا اختیار کرنا پڑا۔  
 اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عقائد میں غیر شعوری طور پر شرک و بدعات کا  
 فروغ ہونا شروع ہو گیا۔ تاریخ کے اوراق ہمارے سامنے کھلے ہیں  
 اس کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بارہویں صدی سے لے کر  
 چھٹی صدی تک ان ہندو پیشواؤں کا خوب دور دورہ رہا۔



ہندو پیشواؤں کا وجود  
ہندو مسلم اتحاد اور یگانگت کا نعرہ

بارھویں صدی میں جب  
ہندوستان میں رامانج  
ہوا اور بھگتی مت کے نام

ایک مذہب قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ بھگتی پر مشور کی کسی  
کسی حالت میں کی جائے۔ سکتی کا ذریعہ ہے۔ رامانند چودھویں  
میں پیدا ہوا۔ بھگتی تحریک کو شمالی ہند میں اس نے خوب پھیلایا  
اس جماعت میں اعلیٰ اور ادنیٰ ذات کے تمام آدمیوں کو شامل کیا

کبیر بھگت پندرھویں صدی میں پیدا  
رامانند کے پیچھے تھے "اللہ" اور "اب"

خارجی اثرات بھی اشاعت  
اسلام میں روک نہ رہے

ایک ہے کی تعلیم دی

گورونانک پندرھویں صدی میں ننکانہ میں پیدا ہوئے

کی تعلیم کا مقصد بھی اتحاد اور یگانگت تھا۔

چیتنہ گورنگ ہا پرگو۔ بنگال میں پیدا ہوئے۔ ویشنومت  
پرچار کیا۔ اس مت میں بھی ہر ذات کے آدمی شامل تھے۔

یہ اور اسی طرح کے دیگر فرقے خارجی اثرات تھے جو اسلام  
صحیح عقائد کی اشاعت میں روک نہ رہے۔

لی اثرات جو صحیح عقائد کی

داخل طور پر اسلام میں قرامطہ اور  
اسماعیلیہ کا وجود نہایت مہلک  
اور خطرناک ثابت رہا ہے۔

عت میں لگاؤٹ پیدا کرتے رہے

پچھ ہندوستان میں قرامطہ اور اسماعیلیہ فرقوں کے داعی ملتان  
سندھ میں اگر اقتدار قائم کرتے رہتے۔ تا آنکہ ان کے عقائد کی  
عت بارہویں صدی میں بڑے زور شور سے شروع ہو گئی تھی ان  
بلیغ کے مراکز اگرچہ سندھ اور ملتان رہے۔ لیکن گاہ بگاہ یہ محمد  
قے تحت دہلی سے بھی نکراتے رہے۔

اسی طور پر ایرانی اور عجمی اثرات بھی عقائد حقیقہ پر ضرب کاری لگانے  
کوشش کرتے رہے۔

صوفیائے عظام میں سے منتقشف حضرات کے وجود نے بھی  
حیات کے پرے میں بعض معتقدین کے عقائد کو متزلزل کر دیا۔  
اسی تحریک کا غلو فی الدین اور شطاریہ و قفمداریہ فرقوں کی انتہائی  
لاواری نے داخل طور پر اسلام کے عقائد صحیحہ پر اچھا خاصہ اثر ڈالا۔  
ان ہی فرقوں کے مبلغین کے عمل اور رد عمل کی وجہ سے وجودیہ اور  
شنیہ سلاسل کا وجود ظاہر ہوا۔

ظہیر الدین بابر سے پہلے  
اساعتِ اسلام کی رفتار

ظہیر الدین بابر کے حملہ پانی پت سے  
اسلام کی تبلیغ اس پاک و ہندو سر  
میں ایک ایسے انداز سے ہو رہی تھی

کے متعلق اجملاً بحث آچکی ہے۔ تاہم ۱۵۲۶ء سے پہلے پہلے  
سلطنت کے مذہب کی باگ ڈور صوفیائے عظام سے ہٹ کر  
کے ہاتھ میں آچکی تھی۔

یہ بھی عجیب اتفاق کی بات ہے کہ محمود غزنوی کے حملوں  
بعد محمد غوری ہی ایک ایسا فاتح ہو گا رہا ہے جو درہ خیبر سے ہوتا  
پایہ تخت دہلی تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اپنے ذہن میں اسلامی سلطنت  
کی واضح میل ڈانے کا نقشہ جہانے سوئے ہے۔ وگرنہ محمد غوری سے  
ظہیر الدین بابر تک کوئی ایسا حکمران دیکھا نہیں جاتا۔ جو درہ خیبر  
گھائیوں سے ہوتا ہوا، اس خطہ میں کسی مستقل نظام حکومت کا نقشہ  
کرتخت دہلی پر قابض ہوا ہو۔

بالفاظ دیگر ۱۱۹۲ء سے لے کر ۱۵۲۶ء تک جتنے حکمران  
ہندوستان پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ وہ یا تو بادشاہوں کی بول  
یا فوجی جرنیل وغیرہ تھے جو اپنی ذاتی قابلیت سے سلطنت کی  
دیکھ کر متمکن ہو گئے۔ اور پھر اپنے فائدان کی حکومت قائم کر لی۔

ہی تعلق، سادات اور لودھی قریباً ساڑھے تین صدی تک ایسے ہی  
 رانوں کا زمانہ رہا ہے جنہوں نے اسی سرزمین میں کسی نہ کسی طور پر  
 نش اختیار کر رکھی تھی۔ اور وقتی حالات سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے  
 اولادِ غیری کا ڈنکا بجا دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ محمد غوری کے بعد بابر ہی ایک ایسا بادشاہ  
 رہا ہے جو ایک خاص نصب العین کے کراہت اجنبی ملک میں وارد  
 ہوا ہے۔ اور پانی پت اور کنواہ کی جنگ میں سردھڑ کی بازی لگا دیتا  
 ہے، جو اپنے وطن کے گل و گلزار اور میوہ جات سے بے انتہا محبت رکھنے  
 والا ہے۔ باوجود زندگی میں اس سرزمین کو چھوڑ کر جانے کا خیال بھی دل میں پیدا  
 نہیں ہونے دیتا۔ اگرچہ خاک گور کی کشش نے اس کو وصیت کرنے پر مجبور کیا۔  
 اس کی لاش کو کابل میں سپردِ جناح کیا جائے۔ تاہم اس کے آخری الفاظ  
 اس خطہ کی محبوبیت نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ جو ہمایوں کو پندرہ  
 سالہ سرگردانی کے بعد بھی ہندوستان میں واپس آنے پر مجبور کرتے رہے۔  
 اس کا مطلب یہ ہے کہ بابر نے اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے اس  
 خطہ کی سرزمین کو انتخاب کیا تھا۔ یہ ایک اس کا نصب العین تھا۔ جس  
 نے دیوی جاہ و حشم کے ساتھ ساتھ دینی موقف بھی غیر شعوری  
 طور پر قائم رکھا یعنی بابر پکا مسلمان تھا۔ اور مسلمان کی حیثیت سے

وہ اپنی اولاد کو اس خطر میں متوطن دیکھنا چاہتا تھا۔ جنگِ کونابہ کے  
 خطر معمر کو دیکھ کر شراب سے تائب ہونا۔ اور مرتے دم تک اس کو یہ  
 قائم رہنا اس کے سچے اور پکے مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح  
 ہمایوں کے لئے اپنی زندگی کو نثار کر کے تختِ و تاج کو اس کے سپرد کرنا  
 بات کو ظاہر کر رہا ہے۔ کہ ہندوستان کو بابر نے اپنے لئے اور اپنی اولاد  
 کے لئے منتخب کر لیا تھا۔

۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء تک بابر ہندوستان پر حکمران رہا۔ ایک  
 ماورالنہری ہونے کی حیثیت سے ممکن ہے۔ کہ وہ اس سرزمین میں اسلام  
 اسلام کا فریضہ اپنے ذمے لے لیا۔ لیکن اس کی عمر نے وفات کی۔ اور  
 تھوڑے عرصہ کے بعد وہ ہندوستان کا وسیع تخت و تاج اپنے بیٹے  
 ہمایوں کے سپرد کر کے رہی ملک بجا ہوا۔

## نصیر الدین ہمایوں کی جلاوطنی | نصیر الدین ہمایوں ۱۵۳۰ء

رہا۔ لیکن اس عرصہ میں اسے بہت کم فرصت ملی۔ کہ مغلین ہو کر مغل  
 بہمات کے علاوہ دینی معاملات کی طرف بھی توجہ دے سکے۔ تاآنکہ  
 ہندوستان کو چھوڑ کر امرکوٹ ہونا ہوا شاہ طہماسپ بادشاہِ ایران کے  
 پناہ لینا پڑی۔ پورے پندرہ سال کا عرصہ اسی شش و پنج میں صرف



اپنے باپ کے فتح کردہ علاقہ کو دوبارہ کس طور حاصل کرے۔

## عیرالدین ہمایوں ایرانی ماحول میں

یہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت ہے۔ کہ ایرانی ماحول نے اُسے کہاں تک گھیر رکھا تھا۔ کیونکہ حمیدہ بانو ام اکبر کی والدہ ایرانی النسل تھی۔ شاہ طہماسپ ایرانی ہونے کے علاوہ لی شیعہ تھا۔ بیرم خاں اُس کا وزیر اور خلوت و جلوت کا مونس بھی نادر عشری تھا۔ شاید ہمایوں کی مندرجہ ذیل رُباعی اسی زمانے کی دولا رہی ہے۔

ہستمیم زجان بندہ اولاد علیؑ ہستمیم ہمیشہ شاد بایاد علیؑ  
چوں سر ولایت ز علیؑ ظاہر شد کرویم ہمیشہ ورد خود نادر علیؑ

دوبارہ کا اثر سمجھئے کہ ہمایوں اتنے گھناؤنے اور شدید مصائب سے بچ کر آیا۔ اور اُس نے اپنے اعتقاد میں لغزش نہیں کئے دی۔ وگرنہ اگر ہمایوں ہلکے کوئی اور ہوتا تو عقائد اثنا عشری کا مبلغ اعظم ہو کر ہندوستان کے تخت دوبارہ ممکن ہوتا۔

۱۵۵۵ء میں واپس ہندوستان کے تخت پر قابض ہوا اور ۱۵۵۶ء میں اپنا نک سیرمی سے پاؤں پھیلنے کی وجہ سے گر کر انتقال کر گیا۔ ہمایوں کے چلے جانے کے بعد حکومت سوز فاندان میں منتقل ہو گئی تھی

سورخاندان کے عہد حکومت

میں علمائے ظواہر کا اقتدار

کہنے کو تو پندرہ سال ہیں۔ جو تاریخ  
میں سنین کے لحاظ سے کوئی اہمیت  
نہیں رکھتے۔ لیکن ان پندرہ سالوں

خاندان سور کے تین بادشاہ ہندوستان کے تحت پر قابض رہے۔

شیر شاہ سوری ۱۵۴۰ء، سلیم شاہ ۱۵۴۵ء اور محمد عادل  
۱۵۵۲ء کے بعد دیگرے اپنا سکہ چلاتے رہے۔ اس زمانہ کی سیاسی

معاشرتی زندگی سے بحث میرے عنوان کے تحت نہیں آتی۔ البتہ مذہبی  
تعاونی صورت میں یہ کہنے میں حقیقت کا اظہار ہے۔ کہ علمائے بادشاہ

کی مذہبی زندگی پر ایک اچھا خاصہ اثر ڈال رکھا تھا۔ بالخصوص سلیم شاہ سوری  
کے زمانہ میں ہندوی تحریک کو کچلنے کا پورا انتظام جس طور پر مخدوم الملک

ملا عبد اللہ سلطان پوری نے کیا تھا۔ وہ تاریخ دان حضرات سے اوجھل  
ہے۔ اسی طرح شیخ علانی کو ۱۵۴۸ء میں کوڑے لگا کر شہید کرنا اس بات

دلیل ہے کہ علمائے اثر و رسوخ شاہان ہند پر پورے طور پر تسلط تھا۔

غرضیکہ ان پندرہ سالوں میں علماء ظواہر نے اپنے اقتدار کو  
چمکایا۔ اور ہر وہ شخص جو ان کے اقتدار سے ٹکرایا۔ وہ پاش پاش ہو کر  
ہو گیا۔

افغان سلاطین (سوری خاندان) اس قسم کے سُستی مسلمان تھے

کی اصلاحی اور اجتہادی رائے کو بھی مدخلت فی الدین سمجھتے تھے یہی  
 ہے کہ انہوں نے مخدوم الملک اور صدر الصدور کے عہدہ جہات کی اتنی  
 پوزیشن قائم کر دی تھی کہ کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ان سے  
 لینے کی جرات نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخدوم الملک  
 صدر الصدور اپنی من مانی کرنے لگے۔ فقہی مسائل میں حسب ضرورت  
 بدل کرنا شروع کر دیا۔ عوام کھڑپتلی بن کر ان ارباب اقتدار کے  
 یں میں کھیلنے لگے۔ اور یہ حضرات جلب زر و منفعت کی بازی لگانے لگے  
 ری طرف فقراء اور صوفیائے عظام نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور وہ  
 جو اقتدار کی دوکان آراستہ کرنا چاہتے تھے۔ انہیں بہت حد تک خلاف  
 پت اور بدعات کو داخل فی الدین کرنا پڑا۔ اور بزرگان کے وجدانیات  
 لحيات پر تصوف کا مدار رکھنے کی کوشش کی۔

بالفاظ دیگر ان پانزودہ سالہ کے آخری وہ سالہ میں سیاسی، معاشرتی  
 علاوہ مذہبی، علمی اور روحانی انتشار بھی پھیل چکا تھا۔ حتیٰ کہ ہمایوں نے  
 ۱۵۵۶ء میں ہند کے تخت پر دوبارہ قبضہ کیا۔ اور ایک سال کے بعد اچانک  
 مل کر گیا۔

کہنے کو تو جلال الدین ابرار اپنے باپ کے بعد وارث تخت و تاج ہوا۔  
 اس تخت و تاج کی قیمت اسے پانی پت کے میدان میں ۱۵۵۶ء میں

خود ادا کرنا پڑی۔ اور معرکہ پانی پت کے بعد وہ حقیقی معنوں میں ہندوؤں  
کا بادشاہ سمجھا جانے لگا۔

چونکہ میرے مضمون کا اہم حصہ اکبر کے عہد کے مذہبی اور علمی رجحانات  
ہے۔ اور ان کے عمل اور رد عمل کا نمایاں حصہ حضرت مجدد لطف ثانی  
مجاہدانہ اور سرفروشانہ زندگی سے ہے۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اکبر اعظم  
عہد حکومت ۱۵۵۶ء کے مذہبی و ثقافتی حالات کو ذرا تفصیل  
بیاں کروں۔ اکبر کی شخصیت شاہان مغلیہ میں نمایاں ہے۔ اور اس کو صحیح  
میں بانی خاندان مغلیہ کہا جاسکتا ہے۔

بار ۱۵۲۶ء میں ہندوستان آتا ہے۔ ۱۵۳۰ء میں انتقال کر  
ہے۔ ہمایوں شخصی حکمرانوں کی روایات کے خلاف بھائیوں سے جا بے  
مروت کرنے کی پاداش میں ۱۵۴۰ء میں ہندوستان چھوڑ کر شاہ ایران  
پاس امداد کی غرض سے بچھوچ جاتا ہے۔ پورے پندرہ سال کی جلاوطنی کے  
نصیبہ یادری کرتا ہے۔ اور دوبارہ ہند کے تخت پر قابض ہو جاتا ہے۔  
اگلے سال ۱۵۵۶ء میں انتقال کر جاتا ہے۔

جلال الدین اکبر کے ابتدائی چھانٹ

اکبر اگرچہ ان پڑھ، کم عمر  
لا ابالی لڑکا تھا۔ لیکن  
اچھا دل و دماغ لے کر دنیا میں آیا تھا۔ معرکہ پانی پت اس کی پہلی یلغار

کو سر کرنے کے بعد وہ یہ سمجھنے لگا تھا کہ میں بابر کا پوتا اور ہمایوں کا بیٹا  
 کے تحت و تاج کا صحیح قافلہ و مالک ہوں۔ اکبر کے سامنے بیرم خان کی  
 فی اور سرپرستی اگرچہ کسی اہم مسئلہ کو سوچتے نہیں دیتی تھی۔ لیکن وہ  
 ضرور سمجھتا تھا کہ جو مخالف عناصر اس کے باپ ہمایوں کو ہندوستان  
 باہر دھکیل سکتے ہیں۔ وہی اسے اور اس کی اولاد کو بھی منتشر اور  
 نشان کر سکتے ہیں۔

**بیرم خان کو مکہ معظمہ بھیج دیا** | اس نے سب پہلے یہ محسوس کیا  
 کہ ملکی حالات کو سمجھنے کے لئے

انہاں کی عینک کو اتار دینا چاہیے۔ چنانچہ تین چار سال کے عرصہ میں  
 انے سخاں بابا کو مکہ معظمہ بھیج دیا۔ ان اسباب و علل پر بحث کرنا  
 بیرم خان جیسے محسن اور ہمدرد انسان کے ساتھ یہ سلوک کہاں تک  
 رہتا تھا۔ میرا کام نہیں ہے۔ البتہ اتنا کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ شخصی حکمران  
 نزدیک اس کی یہ سزا کوئی بڑی سزا نہ تھی۔ بیرم خان کی اتالیقی یا سرپرستی  
 پر وہ اٹھ جانے کے بعد اس نے تمام ملکی معاملات کو براہ راست  
 اٹھ کرنے کی کوشش کی۔

**ہمت کے بارے میں اکبر کا نظریہ** | اکبر نے سلطنت کی بنیاد کو مستحکم  
 کرنے کے لئے یہ سوچا کہ محبت



اور اتحاد سے ہندوستان میں حکومت قائم رہ سکتی ہے۔ اس لیے  
 ہے کہ مذاہب کے اختلافات کو درمیان سے اٹھا دیا جائے۔ اور ہندو  
 کی بڑی سے بڑی اور سرکش قوموں کو تلوار سے ختم کرنے کی بجائے باہمی  
 جوں اور رشتہ نامہ سے ختم کیا جائے۔ اور ان کے جسموں پر نہیں بلکہ  
 کے دلوں پر حکومت کی جائے۔ اگر محض ان پڑھ تھا۔ اُس کی رہبری مذہب  
 معاملات میں درانتا ان لوگوں کے ہاتھ میں آئی۔ جو علمائے حق نہ تھے  
 حصول اقتدار کی خاطر فقہی مسائل کو آرا کار بنا رہے تھے۔

ابن کبر کے مذہبی اعتقاد میں لغزش کے سبب  
 ابتداء اس کی یوں  
 کہ متعہ جو کہ ایسا

کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوا تھا۔ اُس کو فقہ اہل سنت کے  
 جائز کرنے کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ایک صاحب نے  
 فقہ سے اُس کے جواز کی صورت نکال لی۔

اس دوران میں علامہ بزرگزی ایک شیعہ عالم نے دشنام طرازی  
 کھلم کھلا اقدام کیا۔ جس کی وجہ سے ماخوذ ہوا۔ ابھر کو اس فرقہ بندی  
 خطوط سمجھ نہ آئے۔

۱۱ " شطاریہ، مداریہ اور شنیہ فرقوں کی آزاد خیالی " نظریہ وحدت  
 (ہمہ اوست) کی ہمہ گیر اشاعت ابھر کے اعتقادات میں لغزش پیدا کر

حدت الوجہ شیخ تاج الدین ابن شیخ زکریا جو دینی کی وجہ سے  
 بارہ میں تیزی سے پھیل رہا تھا۔ کیوں کہ شیخ تاج الدین صاحب کا  
 بن اچھا خاصا اثر تھا۔

مزید برآں اکبر کی ماں حمیدہ بانو بیگم  
 ایرانی ماحول کا اثر

غالب نیز ہمایوں کا شاہ طہماسپ کے پاس ہمان ہو کر ٹھہرنا اور پھر  
 مدد سے ہندوستان کے تخت پر قبضہ کرنا ایسے بے شمار دلائل ہیں جو  
 گورہے ہیں۔ کہ شیعیت کے اثرات بادشاہ اور عوام پر اثر انداز ہو  
 گئے تھے۔ بہت سے ایرانی سوداگر علماء و شعراء اور ادباء و دربار میں اثر  
 خ حاصل کر چکے تھے۔

اکبر محض اُن ہی ہونے کی وجہ سے  
 مذہبی طور پر ان داخلی حالات میں

رہا تھا۔ اس لئے اُنہوں نے ان تمام مذاہب اور فرقوں کی پیچیدگیوں  
 سمجھنے کے لئے "بیت حکمت" کے نام سے ہفتہ میں ایک روز دفتر مجلس  
 تہذیب کا انتظام کیا۔ جس میں مسلمانوں کے تمام فرقوں کے علماء کے علاوہ  
 پارسی، یہودی اور ہندو پنڈت بھی شامل ہونے لگے۔ اکبر اُن  
 میں بذات خود بیٹھا۔ اور پارسی توجہ سے اُن کی بحث کو سنتا۔

## بیت حکمت سے کبر کے تاثرات

جس میں علمائے اسلام  
ظاہر کرنے کے لیے ایک

پر ایسے رکعت عدلے کرتے تھے جو علماء کی شان کے خلاف تھے۔ اس  
فقہی مسائل میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے تعلید اور عدم  
کی تمام بندھنوں کو ایک طرف رکھ دیا جاتا تھا۔ بالخصوص مخدوم  
علامہ عبداللہ سلطان پوری اور صدر الصدور شیخ عبدالنبی کو زیر کو

لئے شرکائے محفل نے ہر طرح کے ہتھیار استعمال کیے۔ اور کج بحثیں

بادشاہ کی غیر مسلم رعایا کیساتھ روا داری  
پر اگر ختم ہوئی

حضرات کو بھی یہ موقعہ ملتا رہا کہ "ظَلَّ اللَّهُ" کی اوٹ لے کر اور اس کو  
کو ہمہ گیر ثابت کر کے توحید و رسالت کا مذاق اڑائیں۔ اسی آثار میں  
مذہبی قیودات کو از دو اجی حیثیت میں مکمل طور پر توڑ چکا تھا۔ یعنی اکبر کے  
میں ہندو راجپوت راجاؤں کی لڑکیاں داخل ہو چکی تھیں۔ اس لیے وہ  
فعلاً مذہبی جو ان کو اپنے کندھے سے اتارنے کی ترکیب سوچ رہا تھا

جزیرہ اور یا تراٹیکس معا کر دیا گیا  
چنانچہ اس نے از

اور ۱۵۶۴ء میں جزیرہ موقوف کر دیا۔ اس کے باوجود وہ ایسے درباریوں

19.3.66

اس کو ان دینی بکھیروں سے نجات دلائیں  
نا انکر شیخ مبارک کا نام برآوردہ لڑکا فیضی ۱۵۶۷ء میں دربار میں  
اور ۱۵۷۹ء میں ابو الفضل درباری ہوا۔

مبارک اور اسکے صاحبزادگان کا  
الملک اور الصدور سے چقلش  
شیخ مبارک، فیضی اور ابو الفضل  
تینوں باپ بیٹا آزاد خیال  
عالم تھے۔ اور یہ مخدوم الملک

الصدور کے بے شمار چرہ کے سہہ چکے تھے۔ ان کے دل میں ہر دو  
کے خلاف ایک آگ بھڑک رہی تھی۔ اور وہی طور پر چاہتے تھے کہ اس  
کا بٹنی میں مخدوم الملکوں اور صدوروں کو ایندھن سمجھ کر جھونک  
ئے۔ جب ایسے فضلاء روزگار اس بیت عکلت "میں حصہ لینے  
تو یقیناً مخدوم الملک اور صدور تو بھسم ہو ہی جانے تھے لیکن  
م کے شجر پر بھی آزاد خیالی کے کلہاڑے پے در پے پڑنے شروع ہو گئے۔

دربار کی چیر دوستی  
اکبر کے حرم میں ہندو راجپوت راجاؤں  
کی لڑکیاں آگنی تھیں جس بنا پر اکبر کے

متمنزل ہو چکے تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ۱۵۷۹ء میں قاضی عبدالرحیم  
تھرا میں مسجد بنانے کے لئے سامان جمع کیا لیکن کسی مقامی مالدار  
نے وہ تعمیری مسالہ مندر بنانے میں استعمال کر لیا جس پر تھوڑی بہت

چھٹلش ہو گئی۔ اور نوبت باہیں جا رسید کہ اُس برہمن نے باہی اسلوا  
 لایاں دینا شروع کر دیں یہ مقدمہ اکبر کے دربار میں پیش ہوا۔ لیکر اس کو  
 چاستا تھا۔ کیوں کہ حرم کی طرف سے اُس برہمن کو سزا دینے کی ممانعت  
 تھی۔ تاہم شیخ عبدالغنی کے حکم سے وہ برہمن قتل ہوا۔ لیکن اکبر کے

بادشاہ کے حق میں محض نامہ تیار کیا گیا۔ اُس کے قتل کا یہ اثر ہوا  
 شیخ مبارک کے مشورہ  
 گیا۔ جس میں اُس کو دینی مسائل کے  
 محض نامہ تیار ہوا۔ جس میں  
 سو اکر اختلافی مسائل میں  
 سلجھانے میں پورے پورے احتیاج  
 گئے۔ اور یہ دیکھتے  
 وقت کا فیصلہ قابل قبول

بالفاظ دیگر بادشاہ وقت کو یہ اختیارات دے دیئے گئے۔ کہ اس  
 مسائل میں وہ اپنا فیصلہ صادر کرنے میں مجاز ہے۔ خواہ کتاب  
 سے اُس کی سند ہو یا نہ ہو۔

چنانچہ ۱۵۸۸ء میں مخدوم الملک اور صدر الصدور کو مسکرت  
 دیا گیا۔ لیکن دونوں حضرات بہت جلد واپس آ گئے۔ ۱۵۸۲ء  
 مخدوم الملک نے گجرات میں کسٹریکس کی حالت میں وفات پائی۔  
 صدر الصدور کو جیل خانے میں ختم کر دیا گیا۔

علاج بذاتہ مرض بن کر رہ گیا | شیخ مبارک اور اُس

Marfat.com



ملک اور صدر الصدور اور ایسے دیگر علمائے ظواہر کی چیرہ دستیوں سے بچے تھے۔ انہوں نے علاج تلاش کیا، کہ اس تپ سے نجات حاصل یکن ان کو یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ تپ سادہ کو ہٹاتے ہٹاتے تپ محرقہ میں جائیں گے۔ ایک مریض کا علاج اس طور پر سوچا گیا۔ کہ وہ علاج بنا کر نہ کر رہ گیا۔

اب اکبر کے سامنے علماء کی طاقت ختم ہو چکی تھی۔ فیضی، ابو الفضل

## ابو اکبر شاہی کا اعلان

دہلی میں منشی فضلانے روزگار مشیر و معاون بن چکے تھے۔ ان حضرات کی عقیدت و تاروی پر اعتماد کرتے ہوئے ”دین الہی“ کا اعلان کر دیا۔ اور اپنے آپ کو ”اللہ“ کہلانے لگا۔ بیعت کا سلسلہ بھی قائم کیا۔ جس میں امراء و وزراء و مسلمان اکثر شامل ہوتے رہے۔ اور عوام بھی اس دین کو ”الناس فی بن ملوکہ“ سمجھ کر اس میں داخل ہونے لگے۔

اس دین کے کیا عقائد تھے۔ اور کس اصول پر قائم تھا۔ اس بارے میں سمجھ لینا چاہئے۔ کہ وہ ایک معجون مرکب تھا۔ جس میں عیسائیت، ہندومت، کبیر پنٹھ، آفتاب پرستی، کواکب پرستی، اور اسلام کے عقائد جمع کر رکھے تھے۔

## ابو اکبر شاہی کے عقائد

چندہ چیدہ عقائد جمع کر رکھے تھے جو کچھ سمجھ میں آتا رہا۔ اس کو داخل

مذہب کرتے رہے۔ اور جس کو طبیعت لینے سے انکار کرتی رہی۔ اُسی  
 کرتے رہے۔ درحقیقت وہ ایک شیطانی ڈھونگ تھا۔ اور اُس کے  
 مقصد بجز اس کے اور کچھ نہ تھا۔ کہ ہندو اسے ہندو سمجھیں اور مسلمان  
 مسلمان جانیں۔ پارسی، پارسی تصور کریں اور عیسائی اُسے عیسائی  
 خیال کریں۔ ۱۵۸۰ء سے لے کر ۱۶۰۵ء تک جو کچھ بھی خرافات ہوئی  
 جس طریق سے بھی توحید اور رسالت کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اُن کے  
 کرنے کی جرأت میں اپنے اندر نہیں پاتا۔ مختصر الفاظ میں یہ سمجھیں  
 کہ قرامطہ اور اسمعیلیہ فرقہ کسی نہ کسی نہج اور اصول پر چلتا ہوگا  
 کے فقہی مسائل کی تہہ میں اسلامی شعار کار فرما ہوگا۔ لیکن اس  
 کے فقہی احکام میں خالصتاً یہ جذبہ کار فرما تھا۔ کہ ہندوستان  
 و تاج کس طریق پر اُس کے اور اُس کی اولاد کے لئے ہمیشہ  
 رہ سکتا ہے۔ کاش! بادشاہ وقت یہی اعلان کر دیتا۔ کہ حکومت  
 مذہب لادینی ہے۔ تو ممکن ہے۔ کہ اسلام کو اتنا دھجکا نہ ملتا۔  
 وہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

اکبر اعظم کا سلطنت متغلیہ کو پابدار اور مستحکم سلطنت بنایا گیا۔  
 دین کی بندھنوں سے نہایت ہو کر سیاسی طریق اختیار کرنا

ہیت تک پہنچانا ممکن ہے۔ کہ تفتن طبع سے ہو، لیکن اس کے اثرات  
بلک ثابت ہوئے کہ بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ

من از بیگانگان برگزیدہ نامم کہ با من ہرچہ کرو آن آشنا کرو  
ان تمام بہرہ سازوں کا یہ نتیجہ ضرور نکلا کہ سلطنت مغلیہ اکبر کے  
ہد میں نصف صدی کے اندر نصف النہار تک پہنچ گئی اور ۱۶۰۵ء  
س کے مرنے کے بعد ایک صد و دو برس تک ایک ہی عظیم الشان  
ملکت قائم رہی، خواہ اس کے تحت و تاج کا وارث جہانگیر ہو، یا  
سزید عالمگیر اور ۱۶۵۷ء تک مغلیہ حکومت  
م تاریخ میں ادب سے آتا رہا ہے خواہ اس کا وارث فرخ سیر رہا۔  
عزیز اور شاہ ثانی، اور دنیائے عالم کے تمام بادشاہ اکبر کو اس کے  
بہد میں بھی اور بعد میں بھی "اکبر اعظم" کے نام سے پکارتے رہے، لیکن  
ہا اور اعتقاد ہی دنیا میں اس کا اپنا جلیل القدر اور متدین پڑونا عالمگیر  
سزید "جد امجد القربوں" کہہ کر یاد کرتا رہا۔

ہد میں اسلام کی تضحیک ہر عام کیلئے مشغلہ بن گیا | جب شہنشاہ  
اور

کے جملہ درباریوں کا مشغلہ تضحیک اسلام بن گیا ہو۔ تو عوام کے مذہبی شعور  
اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ تصوف اپنا مقام کھو چکا تھا۔ شطاریہ، مداریہ

دوشنبہ، وجودیہ سلاسل کا نفوذ اس معاشرہ کی رگ و پے میں  
 کر چکا تھا۔ مذہب کی اصلی روح مفقود ہو رہی تھی۔ تاریخ کی پاروں  
 چھائی ہوئی تھی۔ ایسے موقعہ پر ایک آدھ دفعہ بجلی کی جھلک اگر نمودار  
 جاتی۔ تو راہروے منزل کے لیے راہنمائی نہیں کر سکتی تھی۔ لادینی  
 زندگی کی گہما گہمی سے لوگوں کے کان بہرے ہو رہے تھے۔ آواز  
 تھیں، ایک آدھ دفعہ اس فتنہ ارتداد کو مٹانے کے لیے کوشش  
 لیکن مٹانے والے خود مٹ گئے۔

خانِ اعظم عزیز کو کلتاش اور میراں صدر جہاں وغیر امرٹنے  
 الحاد کے خلاف آواز بلند کی۔ جنہیں اکبری سیاست نے کچھ ایسی کھینچ  
 کر دکھائی کہ ۱۵۹۴ء اور ۱۵۹۶ء میں اکبری مرید ہو گئے۔ علمائے  
 علمائے حق سر چھپائے بیٹھے تھے | سر چھپائے زندگی کے  
 رہے تھے، اور عاقبت

کو اختیار کرنا بہت بڑا بہادری کا سہرا ہے تھے۔ دعا کو دوا سے بہتر  
 کرتے ہوئے خالقوں میں دیکھے ہوئے تھے۔ کچھ اہل علم و رس  
 تدریس میں وقت گزار رہے تھے۔ بعض اہل قلم بڑی بڑی شرحیں  
 نامیہ پڑھانے میں مصروف تھے۔ اکثر چھوٹے چھوٹے مراکز میں تکفیر  
 تفصیل کی مشق بھی جاری تھی۔ لیکن کوئی اللہ کا بندہ ایسا نظر نہیں

۱۔ جو اس پر آشوب و فتن زمانہ میں عزیمت و استقامت کا خیال لے  
 اس ماحول کو ختم کرنے یا خود ختم ہونے کے لیے میدان عمل میں نکلے۔  
 اس جگہ یہ بتادینا بھی غیر مناسب نہیں ہوگا۔ کہ اس خطہ اربعین (ہندوستان)  
 دنیائے اسلام میں ایک بہت نمایاں پوزیشن حاصل ہو چکی تھی۔

## یائے اسلام میں ہندوستان کی نمایاں حیثیت

خاندان بنی اُمیہ  
 ۱۳۲ھ سے ۱۳۳ھ

بڑی شان و شوکت سے حکومت کرتا رہا۔ اسی زمانہ میں محمد بن قاسم  
 ہندوستان میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوتا ہے۔ قریباً نوے سال کے بعد  
 جاہ و جلال والا خاندان ختم ہو جاتا ہے۔ اور ایک دوسرا خاندان بنی ہبک  
 کی متروکہ فتوحات پر قبضہ جمالیاتا ہے۔

قریباً ایک صدی تک عروج کا زمانہ رہتا ہے۔ اُس دوران میں  
 ہندوستان میں اگرچہ اسلامی حکومت نہیں تھی۔ تاہم اس ملک میں خاندان  
 عباسیہ کے خلفاء کا رعب و اب بہت زیادہ تھا۔ شاید ہی وجہ تھی۔ کہ  
 معن الرشید اور ماموں الرشید کے "بیت الحکمت" میں ہندو پنڈت  
 و تاستری نظر آتے ہیں۔ سنسکرت کی کتب کے تراجم عربی میں بکثرت  
 کیے گئے۔ البتہ خاندان عباسیہ کے کہولت کے زمانہ میں ہندوستان  
 کے مراسم برابر قائم رہے۔ تاہم اس کی شیخوفیت کے زمانہ میں خلفائے

عباسیہ کی طرف سے شاہان ہند کو تحفے متخالف پونچتے رہے۔ اندران کی اس  
مسابی کو خلفاء نے بنظر استحسان دیکھا۔ اور شاہان ہند کو خلعت فاخرہ اور  
امین الملت اور مین الدولہ ایسے القابات سے نوازا۔

بعد ۷۵۰ء میں خلافت عباسیہ ہلاکو کے خون چسکاں حملہ کے بعد مصر  
ہو گئی۔ یہ بنی عباس کے انتہائی انحطاط کا دور تھا۔ لیکن ہند میں اس وقت  
فائدہ ان غلامان کا دور دورہ تھا۔ جو کہ تاریخ ہند میں عروج کا زمانہ سمجھا  
جاتا ہے۔

مصر سے خلافت بنی عباس جب ختم ہو کر خلافت عثمانیہ کی شکل  
میں ۱۵۱۷ء میں نمودار ہوئی۔ اس وقت لودھی حکمران تھے۔

چالیس سال کے بعد اکر کا دور حکومت شروع ہوتا ہے۔ جو تاریخ  
میں بہت عروج کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان کی مرکزیت شروع  
سے ہی ویاٹے اسلام میں تسلیم کی جاتی رہی ہے۔ علم و فن کے وہ چہرے  
جو دمشق، بغداد، غرناطہ، اندلس اور ماورالنہر سے بھوٹے تھے۔

کی سونیں گنگا اور جہنا سے آکر مگراتی رہیں۔ یعنی عالم اسلام کے چیدہ  
برگزیدہ حضرات کا ملبا و ماویٰ اسی گنگا اور جہنا کا طاس تھا۔

سے میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

میرا وطن دہی ہے۔ میرا وطن وہی ہے۔



## کبری اہدین ہندوستان کی مرکزیت

”اقبال کا ترانہ“ اسی ہندی  
عظمت و شوکت کا پس منظر

بیش کر رہا ہے۔ اس لیے یہ سمجھ لیں کہ ہندوستان کے کبریٰ الحاد کا حصول  
صرف ہندوستان سے تھا اور بس! غلط ہے۔ کبریٰ دور اقتصادی، سیاسی اور  
علمی حیثیت سے دنیائے عالم کے لیے مرکز بنا ہوا تھا۔ یورپ کے تاجر  
س منڈی میں آنے شروع ہو گئے تھے۔

انگریز کی دور رس نگاہ نے کبر اور مالجد کے عہد کو بنظر غائر بلجائی  
ہوئی نگاہ سے دیکھا اور اس پر اپنے اثر و رسوخ کے دورے ڈالنے شروع  
کیے۔ ۱۷۰۲ء میں ساحل ہند کے یورپین عیسائی ہندوستان میں عیسائیت  
کے پھیلانے کی سندے رہے تھے۔ اگرچہ یہ کام خان اعظم کی کوشش  
سے رک گیا تھا۔

دنیا کے بہترین دماغ سمٹ کر ہندوستان میں آگئے تھے ہر  
کہ وہ ہندوستان کی علم دوستی، ہمان نوازی اور سلیقہ شعاری  
کا بدل و جان قدروان تھا۔

کبریٰ الحاد کے جرائیم عالم لہیڈ پر چھاپے گئے تھے  
اندریں حالات  
ہندوستان کی اس

مرکزیت سے کبریٰ الحاد کے جرائیم دنیائے عالم میں منتشر ہو رہے تھے اور

کوئی بھی ایسا مرد میدان نظر نہیں آ رہا تھا۔ جو ان جراثیم کا خاطر خواہ خاتمہ کر سکے۔ انفرادی قوتیں وقتاً فوقتاً بروئے کار لائی گئیں۔ لیکن اس عمل کے مقابلہ میں ناکام ثابت ہوئیں۔ جس کی وجہ صرف ابر کا وجود ہی نہیں تھا۔ بلکہ ابر کے زمانہ کی ثروت اور آزاد خیالی بھی تھی۔

۱۶۰۲ء میں ابوالفضل قتل ہوتا ہے۔ خان اعظم عیسا متدین دہلوی اور ابر کا رضاعی بھائی اُس کے قتل ہونے کے بعد تاریخ اعجازِ نبی اللہ سر باغی برید سے ابوالفضل کے قتل کی تاریخ نکالتا ہے۔ لیکن زندگی میں اس کے عقائد کے خلاف ایک لفظ بھی سنا سے نہیں نکال سکتا۔

ابیر کے "دین الہی" کے اساطین کے بعد پھر کے گرنے لگے | فیضی پیلے انتقال کر جاتا ہے جس

کی علمیت و فضیلت نے "سوار طح الالہام" بے نقط تفسیر ۱۵۹۳ء میں لکھ کر علمی دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا۔

اس طرح کے اور اساطین کے گرنے سے ابر کے "دین الہی" کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئی تھیں۔ ۱۶۰۵ء میں ابر خود انتقال کر جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اُس کے دین الہی کی ترویج بظاہر ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اُس کے متعفن منتشر اجزاء عالم بسط پر بدستور چھانے ہوئے تھے۔ اہی گھناؤں تیر و تار اور متعفن ماحول میں ایک عیاش اور مخمور بادشاہ نور الدین چہر

ورالدین جہانگیر کی تخت نشینی کے نام سے تخت دہلی پر بیٹھا ہے۔

۱۶۰۶ء سے لے کر ۱۶۲۷ء تک اس کی حکومت رہی ہے۔ جہانگیر دن تھا؟ اس کی حکومت کیسی تھی؟ یہ بحث آئندہ آئے گی۔

اب مجھے قدرے پیچھے لوٹنا ہے۔ تاکہ یہ بتا سکوں کہ ماورچہ خیالیم و فلک درچہ خیال۔ کاریگر خدا کند کسے راجہ مجال "بکل فرعون مؤسی" کے تحت اکبری الحاد اور اس کے اثرات جس قدر ہلک اور ضرر رساں ثابت ہو رہے تھے۔ اسی قدر ان اثرات کو زائل کرنے والا میدان عمل میں آ رہا تھا۔ میری مراد "حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز" سے ہے جن کی علمیت فیضی اور ابوالفضل کو ظاہر ہو چکی تھی۔ قیام گاہ اگرہ کے دوران میں علمی مذاکرے ان حضرات سے ہوتے

رہے۔ "سواطح الالہام" کے چند اوراق بھی ان کے

ایہ بیانہ قلم کے مرمون منت ہیں۔ جب کہ فیضی الفاظ کے پیر پیر میں سرگردان تھا۔ اور حضرت مجدد و تشریف فرما ہوئے۔ سرگردانی کو دیکھ کر قلم برداشتہ میں بارہ ورق لکھو ڈالے۔ جس کو دیکھ کر فیضی آپ کی علمیت کا قائل ہو گیا۔

## فیضی اور ابو الفضل سے علمی مذاکرے

یہ علمی مذاکرے اکثر ہوا کرتے تھے اور ان مذاکرات سے شاید اس

وقت رخ تبدیل ہو جاتا۔ لیکن ابھی قدرت کو مزید سختگی منظور تھی۔ کیوں کہ ایک مجلس میں حضرت مجدد نے کسی علمی بحث کے سلسلہ میں امام غزالی کا نام پیش کیا۔ ابو الفضل کی تنک مزاجی پر یہ نام گلاں گزرا۔ فوراً امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخانہ جملہ کہہ دیا۔ حضرت مجدد یہ کب برداشت کر سکتے تھے۔ فوراً فرمانے لگے کہ

اگر علمی مذاکرے کا شوق ہے تو اپنی علم کے اطوار و طریق کو اپنانا چاہئے۔ یہ کہہ کر آپ اس مجلس سے اٹھ اٹھے۔ اور پھر کبھی اس مجلس کی طرف رخ نہیں کیا۔ اگرچہ فیضی اور ابو الفضل کی طرف سے پیہم تقاضے ہوتے رہے۔

اسی طرح آپ ایک دفعہ آگرہ میں تشریف فرما تھے۔ بکر پر دین الہی کی تبلیغ کا اتنا اثر ہو چکا تھا کہ احکام عوام تک پہنچانے شروع کر دیئے۔ آپ نے بکر کے چند مغربین کو بلوا کر کہا کہ

بادشاہ اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہو گیا ہے۔ میری طرف سے بادشاہ کو کہہ دو کہ اس کی بادشاہی، اس کی طاقت، اس کی فوج سب ایک دن میں

آگرہ میں اکبر کے کوفین الہی کے مقابلہ میں حضرت مجدد کا مجاہدانہ اقدام

میانوالی ہے، وہ توبہ کرے۔ خدا رسول کا تابعدار بنے، ورنہ اللہ

منب کا انتظار کرے۔

اکبر نے یہ پیغام سن کر کوئی پرواہ نہ کی۔ چنانچہ دوسرے روز اپنی سطوت و  
لت دکھانے کے لیے، دین محمدی کو بزم خود تزییل کرنے کے لیے اکبری بار  
ایا۔ جس میں تزک و اقتسام کا پورا پورا بندوبست کیا گیا، پر تکلف کھانے  
کر دئے گئے، آپ خود عہدین سلطنت کے ساتھ اس دربار میں داخل  
۔ دوسری طرف بارگاہ محمدی کا خیمہ کھڑا کیا۔ پھٹا پرانا اور ٹوٹا ہوا مسلمان  
میں رکھا گیا، مقصد یہ تھا کہ دین محمدی "لخوذ باللہ" پرانا ہو چکا ہے۔  
میں بادشاہ کے مقابلہ میں اس میں کون داخل ہوتا ہے۔ حضرت مجدد  
اہ میں چند دوستوں کے ساتھ داخل ہوئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ سوا کا  
ر آیا، چوہیں اکبری دربار کی گرگٹیں۔ لوگوں کو بہت سی چوٹیں آئیں۔ اکبر  
ہاں میں زخمی ہوا۔ لیکن دوسری طرف چونکہ محض ایک پھٹا پرانا خیمہ تھا،  
ہائے اس کے گرنے یا اڑنے سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا۔ حضرت مجدد  
ان کے تمام سابق محفوظ و مامون رہے۔

یہ اگرچہ ابتدائی مشق تھی جو حق و باطل کے لیے بروئے کار آئی، لیکن  
ق تباری تھی۔ کہ اگر اکبر کیویر اور زندہ رہتا، تو وہ معاملہ جو بعد میں جہانگیر  
دبار میں پیش آیا، وہ یقیناً اکبر کے دربار میں پیش آتا، اور اس معرکہ میں  
حضرت مجددی کا کام آتے، بلکہ ان کے عقیدت مندان بھی اسی طرح سے

دلہتہ ہوتے۔

پیش کشی کیلئے چاہئے؟ | جراحی خوب جانتا ہے۔ کہ وقت  
پیار کی جائے۔ اگر مواد کچا ہو

جراحی اس پر شتر نہیں لگاتا۔ خواہ بظاہر مواد پختہ ہی کیوں نہ نظر آئے۔  
سمجھ دار جراحی خوب سمجھتا ہے۔ ہونیصدی حصہ ابھی ناپختہ ہے۔ دوسرے  
موسم اور دن کا خیال رکھتا ہے۔ وہ مواد پر ان ہی دنوں میں شتر لگاتا۔  
جب ہونیصدی مواد پک چکا ہو۔ اور موسم بھی ٹھیک ہو گیا ہو۔ تاکہ شتر  
لگنے کے فوراً ہی بعد مواد خارج ہو جائے۔ اور پھر اس کے ٹانگے سے  
اور کچھ دیر ان ٹانگوں کی دیکھ بھال میں ہوتی رہے۔ بسا اوقات ایسا  
ہوا ہے کہ ٹھیک موقع پر اور ٹھیک وقت پر شتر لگایا گیا۔ مواد بھی  
طرح سے خارج کر دیا گیا۔ سینے میں بھی کمی نہیں رہی۔ لیکن ان ٹانگوں  
حفاظت اور نگہداشت نہیں ہو سکی۔ اور مریض کے کراہنے سے وہ ٹانگے  
اپنا کھل گئے۔ زخم ہرا تھا۔ ٹانگوں کے کھلنے سے بیس اور درد  
شدت شروع ہو گئی۔

پیش کشی کے وقت موسم اور وقت کا خیال اور زخم  
کی نگہداشت کرنے سے صحت خود کو آتی ہے۔

اس طرح حکیم  
خوب جانتا ہے  
کہ کبری مواد



ہے۔ اور رہنے بھی لگا ہے۔ لیکن اس کے پریشن کا موسم ابھی نہیں آیا۔  
 ہے۔ کہ جہاں لکیری عہد میں جب ٹھیک وقت پر پریشن ہوا، مواد خارج  
 مدد و رحم کو سی دیا گیا، اور ان ٹانگوں کی باقاعدہ حفاظت ہوتی رہی تو مرین  
 نہ زور بھرت ہی ہوا۔ بلکہ ۱۶۰۶ء سے لے کر ۱۶۰۷ء تک ایک نومند  
 بت سے دن گذارتا رہا۔

اور دین الہی کے "آئینِ رمٹونی" کے غلط اور تہلک نسخہ کے مقابلہ میں  
 عالمگیری "جینا مجرب اور لازوال نسخہ امت مرحومہ کے لئے تیار ہو گیا۔  
 ۱۶۰۷ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک شاہانِ مغلیہ کی حکومت اگرچہ احتراماً و  
 قائم رہی۔ لیکن مذہبی حیثیت میں ابر کے "دین الہی" کی شکل کسی صورت  
 نظر نہ آئی جو تخت و تاج کی طرف سے "حزبِ الشیاطین" کا روپ  
 رکھے۔



## ایسی بھی کوئی شام ہے جسکی عمر ہو

اکبری الحاد پورے زور پر تھا۔ اس کے ہلک اثرات عالم بس  
 چھایے تھے۔ علماء، فقرا اپنے مراکز کھوپکے تھے۔ چاروں طرف تاری  
 تاری کی نظر آتی تھی۔ شام نہانت ڈراؤنا اور بھیانک منظر پیش کر رہی تھی۔  
 آدھ ٹھٹھاتا ہوا ستارہ کہیں دور سے نظر آ جاتا۔ تو وہ راہرو منزل کیلئے  
 کام نہیں دیتا تھا۔ تاہم صاحب نظر لوگوں کا خیال تھا کہ آخر اس شام  
 بھی کوئی صبح ہو کر سے گی۔

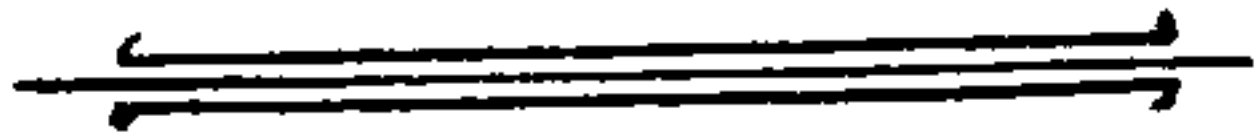
۵۰ ایسی بھی کوئی شام ہے جس کی عمر نہ ہو۔

ہندوستان میں پہلی بار سلسلہ نقشبندیہ کا ورود  
 آخر میں پو پھٹنے  
 قریب آ گیا

صداق کے نشانات ہویدا ہونے لگے۔

چشتیہ، قادریہ، شہروردیہ سلاسل کے ساتھ ساتھ نقشبندیہ  
 دود بھی ہندوستان میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ  
 حضرت خواجہ ایک دود فخر پیلے بھی ہندوستان آئے تھے۔ کچھ دور  
 پھروالی سے ہوتے ہوئے واپس بنجارا پیلے گئے۔ لیکن اس وفد  
 کی رہبری میں اپنے شیخ حضرت محمد الکنگلی کی امانت سے ہندوستان

آپ کا سلسلہ نقشبندیہ چار واسطوں سے حضرت خواجہ عبداللہ احرارؒ سے  
واسطوں سے امام الطریقہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ اور اکیس  
دن سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے جو حسب ذیل ہے



# حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام قاسم بن محمد بن ابو بکر

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حضرت سلطان العارفين بايزيد

ابسطانی قدس سرہ العزیز

حضرت ابو الحسن خرقانی قدس سرہ العزیز

شیخ ابو علی فارابی طوسی قدس سرہ العزیز

حضرت ابو یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز

حضرت خواجہ عبدالحق مجددانی قدس سرہ

حضرت خواجہ عارف دیوگری قدس سرہ

حضرت خواجہ محمود انجیر غنوی قدس سرہ

حضرت خواجہ علی رامینی قدس سرہ

حضرت خواجہ بابا سماسی قدس

حضرت خواجہ سید امیر کلال قدس

حضرت امام الطریقہ خواجہ بہا

نقشبند قدس سرہ العزیز

حضرت خواجہ علاء الدین عطاردی

حضرت خواجہ یعقوب چرخانی قدس

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس

حضرت خواجہ محمد زاہد قدس سرہ

حضرت خواجہ مولانا درویش محمد قدس

حضرت خواجہ محمد اسکنگلی قدس

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس

## حضرت خواجہ باقی باللہ

حضرت خواجہ باقی باللہ کی ولادت کابل میں ۱۷۹۹ھ بمطابق ۱۵۶۲ء  
 آپ کے والد ماجد قاضی عبدالسلام اپنے وقت کے بہت بڑے متقی  
 ہو گزرے ہیں۔ ظاہری علوم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے  
 سیاحت اختیار کی۔ اور مشائخین وقت سے فیوضات حاصل کرتے  
 ہندوستان بھی ایک اچھوتہ اسی غرض سے آئے۔ اور اکثر مجاہدات  
 رہے۔ لیکن وہ مقصود تک حاصل نہ ہوا۔ جب تک آپ نے  
 نے ربانی حضرت خواجہ محمد امکن کی سلسلہ نقشبندیہ میں دستگی  
 نہ کر لی۔ تکمیل سلوک کے بعد اپنے شیخ کے علم سے آپ نے استخارہ  
 میں سے معلوم ہوا کہ "ایک شیریں گفتار خوبصورت طوطا آپ کے ہاتھ  
 چھائے۔ آپ اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال رہے ہیں۔ اور وہ  
 پنج سے آپ کے منہ میں شکر ڈال رہا ہے۔" آپ کے پیر و مرشد نے  
 سن کر فرمایا کہ "ہندوستان جاؤ وہاں تمہاری تربیت سے کوئی لایا  
 ظاہر ہو گا۔ جس سے ایک عالم منور ہو گا۔ اور تمہیں بھی اس سے

حصہ ملے گا۔ اس اتالی صوت کے پیش نظر آپ دہلی آکر ٹھہر گئے۔ بعد  
ہی عرصہ میں آپ کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔ اور عوام و خاص کا  
تانا بندا گیا۔

چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ سلاسل سندوستان میں اپنا اپنا  
ماصل کیے ہوئے تھے۔ اور ان پر مختلف ادوار بھی گذر چکے تھے۔ جس کا  
اجمالاً گذر چکا ہے۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ پہلی دفعہ سندوستان میں  
خواجہ کے ذریعے کامیابی کے ساتھ اپنی جگہ بنا رہا تھا۔

معرفت الہی کے حصول کے دو اہم طریقے | معرفت الہی کے  
کرنے کے دو اہم طریقے

ہیں۔ "تزکیہ نفس" اور "تصفیہ قلب"۔ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ  
سلاسل میں ابتداً "تزکیہ نفس" ہوتا ہے۔ اور بعد میں "تصفیہ قلب" کو اختیار  
کیا جاتا ہے۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں "تصفیہ قلب" کو مقدم رکھا گیا ہے  
لئے کہ مکین کی موجودگی میں مکان از خود مزین ہو جایا کرتا ہے یہی وہ  
کہ اس سلسلہ میں ہر فعل کو شریعت کی کسوٹی سے پرکھنے کی کوشش کی  
بافاضہ دیگر "استکمال شریعت" کا نام ہی طریقت اور حقیقت  
اسی لئے "ذکر حقیقی"۔ "جلی"۔ "پر"۔ "مال"۔ "قال"۔ "پر"۔ "محو"۔ "شکر"۔  
"فکر"۔ "ذکر"۔ پر مقدم سمجھا گیا ہے۔ اگرچہ یہ سلسلہ مال و وجہ کی



اے حقوق کی دلکشی اور سماج کی طرف انگیزی سے یکسر خالی ہے۔  
 طوت در انھن " اور " نظر بر قدم " کے اصول میں احوال و مواجید کے جملہ  
 نم کر دیئے گئے ہیں۔

علمائے اس سلسلہ کو اپنا شروع کیا۔ بڑے بڑے محدث فقہیہ  
 نرت خواجہ باقی باللہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہونے لگے۔

(احوال نامی)

سلسلہ کی سر ولعزیزی | شیخ عبدالحق محدث دہلوی  
 شیخ تاج الدین سنہ ۱۸۰۰ء

سام الدین، داماد شیخ مبارک اور خان قلعہ ماں اہلبی شخصیتیں جو  
 انا شروع ہوئیں۔ آخر شہزادہ باز جس کے پکڑنے کی خاطر شکاری نے  
 پایا تھا۔ ۱۵۹۹ء میں اس نے آستانے میں از خود آگراپنے آپ کو

دیا۔

دام ہر کس کے بگیرد در بیاباں وحش و طیر  
 دست اعجاز محبت گردن ابو گرفت

مجدد کا حضرت خواجہ سمعت کونا اور بیت حاصل کرنا | پیری مراد حضرت  
 مجدد الف ثانی

ت سے ہے جو آپ نے ۱۵۹۹ء میں آستانہ باقویہ میں پہنچ کر

۱۴۰۳ء میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا وصال ہو جاتا ہے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت خواجہ کے طفیل حضرت مجدد العالی کی تربیت منظور تھی۔ وصال کے وقت حضرت خواجہ کی عمر صرف اسی سال تھی۔ تاہم بلا تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت خواجہ نے اسی عمر میں وہ کام کر دکھایا جو شاید و باید کسی صاحب نظر اور کرامت ولی اللہ سے ہوا ہو۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

۱۵۹۹ء سے ۱۴۰۳ء تک چار سال کے اندر حضرت خواجہ نے

فوق و شوق کے ساتھ اپنے جلیل القدر خلیفہ کی تربیت کی ہے۔ اس سے باہر ہے۔ تاہم ان کے مکتوبات سے جو انہوں نے اپنے مریدوں کو دیا، وہ ناقلاً لکھے ہیں۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ کے مریدوں میں آنے کا مقصد وحید صرف حضرت مجددؒ کی تربیت تھی۔ چند ایسے بچے درج کئے جاتے ہیں جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت خواجہ کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

۱۔ شیخ احمد نامی ایک عالم باعمل مرید سے آئے ہیں۔ چند فقیر کے ساتھ اٹھے بیٹھے عجیب و غریب حالات ان میں آئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چراغ ہوں گے جس سے عالم روشن ہو جائے گا۔

میں صرف چہماق ہوں، آگ پیدا کر سکتا ہوں، چراغ شیخ احمد ہیں،  
 شیخ احمد ایک آفتاب ہیں، کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اُس کی  
 روشنی میں گم ہو جائیں، آسمان کے نیچے ان کی نظیر نہیں ہے، اور  
 ان جیسے امت میں چند ہی آدمی گذرے ہیں۔

ہم نے یہاں دسر بند، میں ایک بہت بڑا چراغ روشن کیا ہے جس کی  
 روشنی انا فنا بڑھنے لگی، پھر ہمارے جلائے ہوئے چراغ سے بیسیوں  
 چراغ روشن ہو گئے، مراد حضرت مجدد ہیں۔

حضرت خواجہ کا

نرت مجدد کے بارے میں حضرت خواجہ باقی باللہ  
 اپنی مشین گوئیاں اور اشارات

م بیعت نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ ٹال دیا کرتے تھے۔ تا وقتیکہ عقیدت  
 بنتہ نہ ہو جائے، سلسلے میں داخل نہیں فرماتے تھے۔ لیکن حضرت مجدد  
 کے ساتھ یہ معاملہ پیدا نہیں ہوا۔

حضرت شیخ احمد حج کے ارادے سے دہلی آئے ہوئے تھے اور  
 مولانا حسن کاشمیری اپنے دوست کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے، ان کے  
 جانے پر خواجہ باقی باللہ کی مانقاہ میں محض زیارت کے لئے آئے، ملاقات  
 کے بعد رخصت چاہنے لگے، تو حضرت خواجہ نے معمول کے خلاف فرمایا،

کہ تین چار روز اسی خالقہ میں قیام کرو۔ اس لیے کہ غیب سے آواز  
 بہ تھے۔ عداں یارے کہ مائے خواستیم  
 حضرت شیخ احمد نے خالقہ میں قیام کیا۔ اور بیعت ہونے کی وجہ  
 کی بیعت کر لیے گئے کیوں کہ استخارہ کے تحت جس شخص کی تلاش  
 ماورائہ صہرہ کر آئے تھے وہ اب مل گیا تھا۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت شیخ احمد سرسند واپس تشریف لے جاتے  
 ہیں۔ دوسری دفعہ وہلی آئے تو خالقہ باقویر میں اڑھائی ماہ قیام کیا  
 حضرت خواجہ نے خلعتِ خلافت عطار کی اور غامس النخاس اصحاب مشائخ  
 میر صدر جہاں، خان اعظم وغیرہ الہری درباریوں کو تعلیم کی غرض سے حضر  
 مجدد کے سپرد کیا۔ تیسری مرتبہ جب حضرت مجدد خالقہ باقویر میں حاضر  
 دینے کے لیے آئے۔ تو حضرت خواجہ نے چند قدم چل کر حضرت مجدد کا استقبال  
 کیا۔ بڑی بڑی بتائیں سنائیں۔ اور بہت کچھ اعزاز و اکرام فرمایا۔ اور یہ  
 صاحبزادگان حضرت عبداللہ، حضرت عبید اللہ، خواجہ کلاں، خواجہ خور  
 توجہ کے لیے پیش کیا۔ چوتھی مرتبہ حضرت خواجہ سے رخصت ہونے لگے  
 حضرت خواجہ نے اپنے ہندوستان آنے کی غرض و غایت بیان کی۔ اور  
 استخارہ من و عن بیان کیا۔ اور اپنے شیخ خواجہ امکلی کی تعبیر بیان کر  
 ہوئے فرمانے لگے۔ کہ ایسا شخص جس کی بیعت سے ایک عالم منور ہو گا۔ اور

ت خواجہ کو بھی حصہ ملے گا۔ اُس کے مصداق آپ شیخ احمد سرہندی ہیں۔

اب کی دفعہ حضرت خواجہ نے  
حضرت مجدد کو فرمایا کہ آپ لاہور

میں دارشاد کریں، کچھ عرصہ کے بعد حضرت خواجہ کا انتقال ہو گیا، اور

مجدد کو جب اطلاع ملی، تو فوراً لاہور سے دہلی پہنچے راستے میں

پڑتا تھا، رُکے نہیں، گریاں کناں خالقانہ باقویہ میں پہنچ کر تعزیت

شامل ہوئے۔ صاحبزادگان کی تسلی و تشفی فرمائی، اسی وقت جسد

بنا طریقت نے ضیفہ عظیم حضرت مجدد کو تسلیم کر لیا۔

خواجہ باقی باللہ ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کو پھیلانے والے

بزرگ ہیں۔ سات اکتھ سال کے مستقل قیام کے عرصہ میں حضرت خواجہ

اپنے مشن میں کس قدر کامیابی حاصل کی اور سلسلہ نقشبندیہ میں

قدر اضافہ کر دکھایا، اس کے لیے حضرات نقشبندیہ کے مشن کا ایک

مثلاً سا خاکہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی زبان سے پیش کر دینا کافی

مجھتا ہوں۔

میں نے یہ حضرات کا مطمح نظر  
"اگر ما شیخی میبگردیم درین روزگار هیچ  
شیخ مرید نمی یافت، لیکن بارگاہ برگیر

وہ اندک مسلمانان از شر ظلم نگہداریم، باواسطہ این بیدار و نشان باعث

اختلاط کردن و نفوس ایشان را مسح گردانیدن بوسیله این عمل مسکین بر آوردن است : اس معاملہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ لہورہر کامیاب ہوئے۔ کیوں کہ حضرت خواجہ نے امراء و وزراء اور ان کے عمائدین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ اور ایسے درباریوں کو لمحہ فکریہ کیا تھا۔ تاکر وہ اپنے توقف پر از خود غور کر سکیں۔ اور سابقہ تعزیتوں کی کر سکیں۔

حضرت خواجہ کی روداد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا استانہ باقویہ میں حاضر ہو کر تربیت حاصل کرنا اس قدر بڑھی ہوئی علمائے کرام نے اپنی اس کو چھوڑ کر استانہ باقویہ میں تربیت حاصل کرنا شروع کر دی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نام نامی سے کون شخص واقع نہیں ہے۔ علم حدیث کو ہندوستان میں صحیح معنوں میں ترویج و والے سب سے پہلے محدث یہی ہیں۔ ۱۵۴۸ء سے ۱۶۴۲ء تک ان زمانہ ہے۔ آپ نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد عرب اور اقصائے مغرب سے اساتذہ سے علم حدیث کی سند حاصل کی ہے۔ اس لیے یہ بے تکلف جاسکتا ہے۔ کہ ان کے اپنے عہد اور مابعد کے عہد کے محدثین بالواسطہ شیخ سے سند حاصل کر رہے ہیں۔ بے شمار تصانیف ان کے قلم سے



ہیں، روحانیت میں حضرت شیخ پہلے قادیہ سلسلہ میں حضرت موسیٰ پاک  
 درمائی سے منسلک تھے، بعد میں خواجہ باقی باللہ سے باقاعدہ سلسلہ  
 بندیہ میں بیعت اختیار کی۔ اسی طرح اور بہت سے اہل علم حضرات نے  
 خواجہ سے رجوع کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ نے دہلی میں مختصر سے قیام میں سلسلہ  
 بندیہ کا بیج ایسے اچھے موسم میں بویا کہ جس سے بہت بڑے بڑے  
 درخت پیدا ہوئے، اور بعض جگہوں میں اس کی شاخوں کو پیوند کی  
 ت میں سے جایا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اسلامی ممالک میں  
 ل شاخوں سے دیر یا بزود گل و گلزار ہیک اٹھا، اور شریعت حقیقہ  
 بحر کی صحیح رونق بڑھتی رہی۔

یہ مختصر سا عرصہ ہندوستان کی تصوف کی تاریخ میں ایک انقلاب  
 بنا تھا، دیگر سلاسل کے بڑے بڑے مراکز اس سلسلہ سے وابستگی اختیار  
 لگے، حضرت خواجہ کا کام بقول اپنے الفاظ: "اگ کا پیدا کرنا تھا باقی  
 ہوشی سے عالم اسلام کو منور کرنا، ان کے جلیل القدر عظیم المرتبت،

بطل حریت  
 حاکم دین مبین

ت خواجہ باقی باللہ کا ہندوستان میں ایک مقصد حیدر  
 اعظم حضرت امام ربانی، محبوب سبحانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرسندی

کے حصہ میں تھا جن کی تربیت حضرت خواجہ نے پوری محبت اور شفقت  
 فرمائی۔ اور بقول مدائن کا ہندوستان تشریف لانا صرف اسی مرد مومن  
 میں تھا جس نے حقیقی معنوں میں شریعتِ علیہ کو اس کے صحیح راستے پر  
 سرفروش از اقدام سے ڈال دیا۔ اور سب سے اسلام میں جو شرک و بدعات  
 خود وہ شاخیں اکبری دور میں بہت تیزی کے ساتھ بڑھ رہی تھیں ان کو  
 مجاہدانہ کردار سے کانٹ چھانٹ کر رکھ دیا۔ ایسے ہی مجدد کی زمانے کو  
 تھی۔ اور مجدد الف ثانی کا چہرہ اور زیبا چہرہ حضرت شیخ احمد  
 جسم پر ٹھیک آیا۔

علمائے معاصرین نے اور صوفیائے عظام نے ان کی مجددیت  
 آگے گروہیں جھکا دیں شہنشاہِ وقت نے ظلم و تشدد کے بعد نہ صرف  
 ثانی کے سامنے ہتھیار ہی ڈال دیئے۔ بلکہ عقیدت و ارادت کا اعتراف  
 بھی حاصل کر لیا۔

حضرت مجددؑ سے جہانگیر کی ارادت | کتنا خوش نصیب وہ  
 است بادشاہ تھا جس کی قسمت میں ازل سے ہی سعادت لکھی  
 تھی۔ جو اکثر حضرت مجددؑ کے وصال کے بعد کہا کرتا تھا۔ "میں نے کوئی  
 کام نہیں کیا جس سے نجات کی امید ہو۔ البتہ میرے پاس ایک دستار  
 جو اللہ کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ دستار بڑی ہے۔ کہ مجھ سے ایک

ع احمد مرہدی نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اتباع سنت کی وجہ سے مجھے جنت  
 لے جائے گا، تو تیرے بغیر نہ جائیں گے۔

پھر حال اس تھوڑے سے تبصرے کے بعد یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت  
 باقی باللہ اپنے مقصد میں پورے کامیاب ہوئے ہیں <sup>۱۶۰۵</sup> اور میں آپ  
 سال ہو جاتا ہے۔ اور دو سال بعد <sup>۱۶۰۵</sup> میں اکبری عہد بھی ختم ہو جاتا ہے  
 اب بہتر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجددؑ کی زندگی کے حالات اور  
 ان تعلیمات تفصیل سے بیان کر دی جائیں۔

ذکر شخصیت  
 قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ  
 يَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةٍ

نہ من یجد دُلہا اَصْرَدِیْنِہَا۔ ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہر صدی کے شروع میں اس اُمت میں سے اللہ تعالیٰ ایک مجدد بھیجتا ہے  
 جو دین کو نئے سرے سے درست کرتا رہے گا۔

جوامع الجوامع میں امام سیوطی نے نقل کیا ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فِي رَجُلٍ فِي أُمَّتِي يُقَالُ لَهُ صَلَاةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ كَذَا وَكَذَا۔  
 اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت میں ایک شخص "صلوہ"  
 یعنی مخلوق کو خالق سے ملانے والا۔ یا شریعت کو طرقت کے ساتھ جمع  
 والا جس کی شفاعت سے اتنے اتنے بے شمار آدمی جنت میں

داخل ہوں گے۔ دونوں معنی کے لحاظ سے آپ کی ذات بابرکات صلوٰۃ  
مصدق حدیث ہے۔

روضہ قیومیہ میں ہے: **يُنْعَثُ رَجُلٌ عَلَىٰ أَحَدِ عَشْرَ مَائَةٍ سَنَةٍ مَوْطِئِ**  
**عَظِيمٍ اسْمُهُ السَّمِيُّ بَدِينِ السُّلْطَانِيْنَ لِجَابَرِيْنَ وَيُدْخَلُ الْجَنَّةَ الْوَفَا**  
گیارہویں صدی کے شروع میں دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک  
شخص بھیجا جائے گا۔ وہ میرا ہم نام اور نور عظیم الشان ہوگا۔ اور ہزار  
آویسوں کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔

حضرت مجدد کائنات سابق اولیائے عظام کی پیشگوئیوں میں ایک روز حضرت  
پیرون پیر عبدالقادر

بیلانیؒ جنگل میں مراقبہ کرتے ہوئے، ساعت بساعت بڑھتے ہوئے نور کا  
فرمایا، القاء ہوا کہ ایسا نور کا صاحب وہ عزیز امت ہے۔ جو ہمارے پانچ  
سال بعد ہمارے پیغمبر کے دین کی تجدید کرے گا۔ اس کے فرزند اور خلفاء  
احدیث کے صدیقینوں میں سے ہوں گے۔ شایدہ کے بعد حضرت پیر صاحب  
نے اپنا ایک فرقہ اپنے خلیفہ البر کے سپرد کیا۔ کہ یہ فرقہ اس شخص کی امانت  
جس کے متعلق یہ القاء ہوا ہے چنانچہ وہی فرقہ حضرت مجدد کو شاہ  
کی وساطت سے ان کے پوتے شاہ سکندر نے پہنچا دیا تھا۔  
حضرت شیخ احمد جام نے فرمایا کہ چار سو سال بعد ایک میرے ہمام بزرگ ہونگے جو سب

حضرت مولانا جامی نے بھی اپنی کتاب میں اس بات کی تصدیق فرمائی ہے  
 شیخ سلیم حشتی اور شیخ عبداللہ سہروردی "اکابر اولیاء اللہ میں سے  
 ب وہ باطنی توجہ فرماتے، تو منکشف ہوتا، کہ امام وقت کا ظہور ہونے  
 کے جس کا نور قیامت تک رہے گا۔

دہلی اور لاہور کے وسط میں یہ شہر آباد ہے  
**سیر سید شریف** بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں ایک بہت

مل تھا جو شیروں کا سکن سمجھا جاتا تھا۔ کیوں کہ "سیر" ہندی میں شیر کو  
 میں اور "رندہ" جنگل کو یعنی شیروں کا جنگل فیروز شاہ تغلق کے عہد میں پنجاب  
 نہ دہلی لے جایا جا رہا تھا، اس جنگل میں پڑاؤ ڈالا گیا۔ شکر میں ایک  
 مذہبی شامل تھے۔ ان کو ایسا معلوم ہوا کہ اس سرزمین میں یہ ہجرت  
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار سال بعد ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو  
 کمالات کی وجہ سے وحید الامت ہوگا۔ فیروز شاہ تغلق کو یہ بات بتائی  
 تو اس نے ایک شہر کی بنیاد رکھنے کا حکم دیا۔ یہ کام حضرت امام رفیع الدین  
 مجدد حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت ابوعلی شاہ قلندر کے سپرد کیا۔  
 چنانچہ شہر تعمیر ہو جانے کے بعد اس کا نام سیر سید رکھا گیا، جو بعد میں  
 کے نام سے مشہور ہو گیا حضرت امام رفیع الدین نے جو اپنے زمانہ کے نہایت  
 مدد ملی اللہ تھے، یہاں رہائش اختیار کر لی۔



## خاندانی سلسلہ نسب

حضرت مجدد کا سلسلہ نسب حضرت سید  
عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تشریف لے

سے جا ملتا ہے۔ پانچویں پشت میں حضرت امام رفیع الدین بانی ہشہر  
ہونے میں۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ مولانا عبدالاحد اور  
شیخ زین العابدین ہیں۔

حضرت شیخ عبدالاحد سلسلہ شقیہ صابریہ میں حضرت شیخ عبدالقادر  
گنگوہی سے صاحب مجاز تھے۔ اور قادریہ سہروردیہ میں قطب دوراں  
شاہ کمال کھلی رو کے خلیفہ تھے۔

ایک رات حضرت شیخ عبدالاحد نے خواب دیکھا  
جہان میں تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ سور، بندر، ایک  
کو ہلاک کر رہے ہیں۔ یکایک ان کے سینے سے ایک نور نکلا جس سے  
تحت نمودار ہوا اور اس پر ایک بزرگ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ان کے  
تمام ظالم بے دین، اور ملحد ذبح کیے جا رہے تھے۔ اُس وقت انہوں نے  
ایک آواز سنی جس کے الفاظ یہ تھے: "جاء الحق وذہق الباطل ان  
کان ذہوقاً" حضرت شیخ نے یہ خواب حضرت شاہ کمال کو  
کیا، انہوں نے فرمایا کہ ترے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کی وجہ سے  
اور بدعات دور ہو جائے گی۔ چنانچہ ہم ۱۴ شوال ۹۶۱ھ بمطابق جولائی



ثابت ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام احمد لقب بدرالدین  
بت ابو البرکات رکھی گئی یہی لڑکا آگے چل کر مجدد الف ثانی امام ربانی  
احمد سنہدئی کے نام سے دنیا میں مشہور ہوا

**علم و تربیت** تربیت بہت اہتمام سے ہوئی اور تعلیم کا یہ عالم  
تھا کہ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا

باقرب ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی بعد میں مولانا کمال  
بری سے معقولات اور مولانا یعقوب کشمیری سے حدیث اور مولانا قادری  
بل بدخشانی سے دیگر کتب متداولہ ختم کیں۔ ٹھیک سترہ برس کی عمر میں تمام  
امیں فارغ ہو گئے۔ اور درس دینا شروع کیا۔ کچھ عرصہ کے لئے آپ آگرہ  
آئے۔ وہاں پر علمی مذاکرے فیضی اور ابو الفضل سے ہوتے رہے جس کا  
پہلے گذر چکا ہے۔ آگرہ سے واپس اپنے وطن آ رہے تھے کہ راستے میں  
پھر کے رئیس شیخ سلطان نے اپنی لڑکی کی شادی آپ سے کر دی۔  
سر سنہد میں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ از سر نو قائم کیا۔ اس دوران  
آپ آگرہ اور دہلی کی علمی مجالس میں آتے جاتے رہے۔ اور وہاں کے ماحول  
بمطالعہ کرتے رہے۔

یہاں یہ بیان کر دینا  
مجلد کو چھپانے والی قادیان ہروردیہ سلاسل کی اجازت  
غیر مناسب نہ ہوگا۔

کہ سلسلہ چشتیہ صابریہ کی اجازت آپ کو اپنے والد سے حاصل ہوئی تھی۔ اور  
 سہروردیہ کی اجازت بھی آپ کو آپ کے والد سے بواسطہ حضرت شاہ کمال  
 ملی تھیں۔ اور وہ فرقہ بھی جو حضرت پیران پیر عبدالقادر جیلانیؒ نے جنگ  
 مراقبہ کرتے ہوئے اپنے خلیفہ کو امانتاً دیا تھا۔ وہ شاہ سکندر کھیت  
 (پوتے شاہ کمال کتعلیٰ) کے ذریعہ سے آپ کو پہنچایا گیا۔

بدین صورت حضرت مجدد کو چشتیہ، قادریہ سہروردیہ سلسلوں  
 و تبرکات پہنچ چکے تھے۔ لیکن قیمت میں ابھی ایک چوتھے سلسلہ کا  
 مجاز ہونا بھی لکھا ہوا تھا۔ اور وہی سلسلہ دنیائے اسلام میں انکی شہرہ  
 باعث بنا۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ حج کے ارادہ سے وہلی  
 لائے۔ اور وہاں وہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی شہرت سن کر  
 ہوئے۔ حضرت خواجہ نے خلاف معمول دو چار روز رہنے کی فرمائش کی  
 دو روز کے بعد حضرت خواجہ سے بیعت ہو گئے۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا  
 روحانی مدارج جس ہرمت کے ساتھ آپ نے طے کیے ہیں۔ اس  
 قدر اندازہ کر لینا کافی ہے۔ ۱۵۹۹ء سے لے کر ۱۶۰۳ء تک صرف چار  
 حضرت مجدد کا ابتدائی دور | بابر کی ملاقاتوں میں شیخ احمد  
 اتنا بند ہو گیا کہ خود پرورش  
 آپ کو اس کی روشنی میں گرم پانے لگے۔ یہی وہ دور تھا جو حضرت

بڑے معرکہ کیلئے اور مجددیت کا اعلان کرنے کیلئے عملاً تیار کر رہا تھا۔  
لی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

۱۴۰۳ء کے بعد آپ نے تصنیفات و ارشاد کے سلسلہ

تصنیفات حضرت مجدد و سلسلہ میں تسلیع

ت وسیع کر دیا، اور تسلیع کے سلسلہ میں آپ کی تصنیفات ”مبدأ و محاد“  
ف الدنیہ، مکاشفات غیبیہ، ”شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ“  
ہلیلیہ، رسالہ فی ثبات نبوت، رسالہ سلسلہ حدیث، مکتوبات سہ جلد  
نے علمی دنیا میں تہلکہ مچا دیا، لیکن ان تصنیفات کی عرض و نہایت بجز اس  
اور کچھ نہ تھی، کہ الحادیت اور زندقیت کے باروں چھٹ جائیں، اور مطلع  
نہ ہو جائے۔

احیاء اسلام کے سلسلہ میں عملی کام سے  
ت مجدد و کا ایسے اسلام کے سلسلہ میں چار گروہوں کا انتخاب ناقابل تکرار  
اس سلسلہ میں حضرت مجدد کو جن گروہوں کا انتخاب کرنا پڑا، وہ حسب

غریب و فقرا کی جماعت جو اپنے کردار اور عملی نمونہ سے عوام پر اثر ڈالتی  
رہے، اس جماعت کی تعداد بہت زیادہ تھی، لیکن جتنی زیادہ تھی، اتنی  
کی زیادہ مفید ثابت ہوئی

۲۱) اہل علم اور سنجیدہ طبقہ کے ذہنوں میں انقلاب پیدا کرنے کے  
کی جماعت کا انتخاب کیا گیا۔ جو علم و استدلال کی طاقت حرکت  
لاتے رہے۔

۲۲) امر اہل سنت والجماعت میں سے ان علماء دین و مبارک کا انتخاب  
کرنا جو اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر سکیں، اس میں البری و مبارک  
و مبارک کے بہت سے عمدہ داران حضرت مجددؑ کے حلقہ بیعت و  
میں شامل تھے مثلاً شیخ فرید خاں، مہابت خاں، اس  
سکندر خاں، حکیم فتح اللہ خاں، شیخ عبد الوہاب، سید محمد اختر  
حضر خاں، لودھی، مرزا بدیع الزماں، خان خانان، جباری خاں،  
قلج خاں وغیرہ جن کے ذریعہ سے شریعت عزا کی صحیح تبلیغ ہو  
ان کا انتخاب کیا گیا، ان علماء دین میں سے ہر شخص ہفت ہزاری  
ہزاری، وہ ہزاری، دو ازوہ ہزاری تھا۔

۲۳) چوتھے درجے پر حضرت مجددؑ نے یہ خیال کیا کہ شخصی حکومت میں  
تک بادشاہ وقت راہ راست پر نہ ہو، اسلام کی تعلیم صحیح معنوں  
ہو سکتی، اس چوتھی شق کے لیے حضرت مجددؑ نے اپنے آپ کو تیار کیا  
یہ گروہوں کی بجائے طاقت ایک درست اپنی پیدا کیا جا سکتا

و شکرزم اور کیونزم کے داعی اور جمہوریت اور آمریت کے اجارہ دار خوب جانتے  
 ہیں کسی لیڈر کو نہ کورال صدیوں گروہوں کی طاقت میں سے کسی ایک گروہ کی  
 بھی پورے طور پر دستیاب ہو جاتی ہے۔ تو فرانس کے تخت و تاج پر ایک  
 سہ ماہیوں کا "پولین" قابض ہو جاتا ہے اور روس میں شہنشاہ کو آنا فانا قتل  
 بن یا اس کے ساتھی روس کی وسیع سلطنت کو اپنے قبضے میں لے لیتے  
 ہی طرح امریکہ کی قیادت ایک عالمی شخص کے ہاتھ میں آ جاتی ہے۔ اور اگر  
 جس نصیب لیڈر کے ہاتھ تینوں گروہوں کی طاقتیں آجائیں۔ تو وہ جو چاہے  
 رہے۔ اس کے ہاتھ کو کوئی روکنے والا نہیں ہوتا۔

تجدد کے پاس تینوں گروہوں کی طاقت

تجدد کے پاس تینوں گروہوں کے عقائد و اعمال کی باگ و ڈور بھی مکمل طور  
 پر تجدد کے ہاتھ میں تھی۔

یہ تینوں گروہ سیاسی اعتراض کے تحت حضرت مجدد کو اپنا قائد تصور نہیں  
 تھے۔ بلکہ یہ حضرت سے بیعت تھے۔ اور لفظ بیعت کے اندر جو جامعیت  
 ہے اس سے کوئی شخص ناواقف نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر انہوں نے

تجدد نے تینوں گروہوں کو سیاسی اعتراض کیلئے استعمال نہیں کیا۔ ان میں دین  
 کی بازی لگا کر

دین کی دولت کو حضرت مجدد کے ذریعہ حاصل کیا تھا۔

مردین باصفا کی جاں نثاری شیخ کبیلے بہت بڑی طاقت ہوتی ہے۔

نہ ہوگا۔ کہ اگر تخت و تاج کو حاصل کر کے آپ اپنے مشن کو چلانے کی خاطر کرتے۔ تو ایک جہاگیر نہیں بیسوں جہانگیر مقابلے کی تاب نہ لاسکتے تھے۔ تاریخ دان حضرات خوب جانتے ہیں۔ کہ علماء و علماء عوام اور عمائدین دہلی کا عقیدت مند نہ ارتباط کسی صاحب شخص کے ساتھ بیعت کی صورت میں نہیں ہوا۔ اگر تینوں گروہوں ارتباط کسی ایک داعی کے ساتھ ہی شامل ہو جائے تو تیسرے گروہ برآمد ہوتا ہے۔ یعنی میں امیہ جیسی جبار اور صاحب سلطنت بھی وہی وہی ڈرامے زمین پر آگئی ہیں۔ جب ان کے مخالف میں ابوالعباس السفاح کے پاس کسی ایک گروہ کی طرف شامل ہو جاتی ہے

منصور عباسی کی خلفت کے دوران حضرت زید نفس زکریا عصمت و پاک دامن میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ استحقاق کی نظر سے ان کا مطالبہ نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن جمیعت تینوں گروہوں میں کسی ایک گروہ کی بھی پورے طور پر حاصل نہ تھی۔ اس لئے



س زکیہ" کو نہ صرف ہزیمیت اٹھانا پڑی بلکہ جان کی بازی بھی ہار دینا

ان تاریخی حقائق کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مجددؑ کو  
گروہوں کی طاقت پورے طور پر حاصل تھی، لیکن حضرت مجددؑ نے  
ہمساد کے لئے کسی ایک طاقت کو بھی استعمال نہیں کیا، بلکہ ان کی  
ساز کرتے رہے، اور یہی مجددؑ کا کام ہوتا ہے۔

**دلت کا کام انسانی قلب و فکر کے رخ کو سیدیل کرنا ہوتا ہے**

اسلام کی خدمت کے لئے بانی اسلام "قداہ ابی واتی علیہ الصلوٰۃ  
سلام" کو آسمان کے فرشتوں کو نہیں بلانا پڑا تھا، یا ان عرب کے اجدادوں  
بلکہ کسی متمدن علاقہ کے پڑھے لکھے جاں نثار آدمیوں کو لا کر تبلیغ و اشاعت  
کے لئے نہیں لیا پڑی تھی، وہی عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے جو قتل کے ارادہ  
نہیں لگتا ہے، لیکن جس وقت نبوت کی پرشکوہ آواز سے متاثر ہو کر  
اسلام قبول کرتا ہے، تو سب سے پہلے خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنے کے لئے  
مسلمانوں کو کھلم کھلا لے نکلتا ہے، اور پھر وہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
جو خلیفۃ المسلمین ہو کر اسلام کی بے مثال خدمت کرتے ہیں، اور بے غرضی  
عالم سوچ چکا تھا، کہ جانشینی کے لئے چھ صحابہؓ کا نام انتخاب کرتے ہیں۔

لیکن اپنے لڑکے عبد اللہ کے بارے میں صاف کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ خلافت  
کا حقدار نہیں ہوگا۔

اسی طرح خالد بن ولید مخالف فوج کا وہ جرنیل ہے۔ جو مسلمانوں  
فتح کو شکست میں تبدیل کر دیتا ہے۔ لیکن صلحہ بکوش اسلام ہونے کے بعد  
حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیف اللہ کا لقب اختیار کرتے ہیں۔ اور اخیر  
چار پالی پر دم دیتے ہوئے ان سو س کرتے ہیں۔ کہ ان کی جان اسلام کی  
میں میدان جنگ میں کام نہ آئی۔

اسی طرح صحابہ کی تمام زندگی انہیں واقعات سے بھری ہوئی  
جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ افسر اور وہی ہیں۔ جن کے حدود و مجال  
قد و قامت میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ جب ان کے رخ کو تبدیل کر دیا  
تو قائل انسانیت کے محافظ، قطار الطریق اور راہزن پاسباں اور  
کو زندہ درگور کرنے والے۔ لڑکیوں کو حصہ دینے والے بن گئے۔ یہی  
نبوت کا ہے۔ کہ اس نے انسانی قلب۔ فکر کے رخ کو شقاوت سے

کی طرف پھیر دیا۔  
مجدد کا کام ہے اسلام میں پیدا شدہ شرک و بدعت کی شاخوں کو قطع  
کر کے اصلی حالت پر رکھنا جو مابہ ہے۔  
مجدد چونکہ مشکوٰۃ نبوت سے مستنیر ہوتا ہے۔ اور اس کا کام ہے

شُرک و بدعات کی پیدائش شدہ شاخوں سے قطع برید کر کے اس کو اصلی  
 ن پر رکھنا ہوتا ہے۔ اس لیے مجدد کے لیے ضروری ہے کہ ذاتی اغراض  
 سے طرفہ رکھ کر اس زمانہ کے لوگوں کے قلب و فکر اور اقوال و اعمال میں صحیح  
 بیدار کرے۔ چنانچہ یہ کام حضرت مجدد الف ثانی نے کیا۔

ان تینوں گروہوں کی تعلیم و تربیت کے لیے جو طریقہ حضرت مجدد  
 اختیار کیا، وہ پند و وعظ کا تھا جس کو اختیار کرنے کے لیے مستحبات کا  
 سلسلہ قائم کیا، اسی طریق پر اہل اسلام کو شش کی گئی۔

## جہانگیر کا دور حکومت

حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کے دو سال بعد اکبر کا انتقال  
 ہوا ہے۔ اور نور الدین جہانگیر بادشاہ اکبر کے تخت پر متمکن ہوتا ہے۔  
 ۱۶۰۶ء سے ۱۶۲۷ء تک اس کا دور حکومت ہے۔ جہانگیر کی تخت نشینی  
 پندرہ ماہ بعد اس کے بڑے بیٹے خسرو نے بغاوت بلند کی اور چار ماہ بعد  
 اس کی طرف واری کی۔ جس کی بنا پر وہ معتوب ہوا۔ جہانگیر نے  
 ۱۶۱۱ء میں شادی کی۔ جو جہانگیر کی طبیعت پر پوری طرح  
 ناہوئی۔

پے در پے کے واقعات ایسے ہیں جو بتا رہے ہیں کہ ایک طرف جہانگیر

جب محمود انکھوں کے ساتھ اکبر کے تخت پر متمکن ہوتا ہے، تو اس کو چھینا  
بعد یہ اندازہ ہو جاتا ہے، کہ اس کے تخت و تاج کو چھین لینے کے لئے کوشش  
بھی ہو سکتی ہے۔

لیکن دوسری طرف اس کی لالہ بالی اور عاشقانہ طبیعت نے نور جہاں  
کا سلطنت میں پورے پورے طور پر دخیل ہونے دیا، اور خود شہنشاہ  
کہلانے پر ہی اکتفا کی۔

حضرت مجددی فرامست  
ادھر حضرت مجدد کو دین الہی ابرشا  
باقیہ اثرات اور تصوفین کے خود پیدا

شرعیات و طریقت میں اختلافات و وحدۃ الوجود (ہمہ اوست) کے ہمہ گیر  
عوام و خواص میں نمایاں طور پر دکھائی دے رہے تھے، اور وہ خوب  
رہے تھے، کہ ان فاسد عناصر کے جمع ہونے سے لادینی کے اہلک نستان  
مترتب ہو رہے ہیں۔

حضرت مجدد کا دین الہی اکبر شاہی اور شرک و بدعات کی خلاف قلمی  
چنانچہ حضرت مجدد نے اپنی تصنیفات بالخصوص مکتوبات میں  
پر ان عقائد باطلہ کی تردید کرنا شروع کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ وہ  
خود راہنما تصوف کی گدیاں سنبھالے بیٹھے تھے اور شرک و بدعات کو  
فی الدین کر کے اپنی روٹی کا ذریعہ بنائے بیٹھے تھے۔ وہ یکدم حضرت مجدد کے

تجدد و بخلاف در پروردہ متحدہ محاورہ ہو گئے۔ اور نو جہاں اور

نا عشری عقائد حکومت کے عہدہ داران میں سرائت کر رہے تھے۔ لیکن  
 تجدد نے شیعیت کی ترویج اور فضیلت صحابہؓ کی اہمیت کو وضاحت  
 یان کرنا شروع کر دیا۔ جس کا لازمی طور پر نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین نے حضرت  
 ان جملہ تحریرات کو ایک کلمہ کھلا پیچ سنبھا چنانچہ تمام مخالف گروہ  
 ٹوہ میں تھے کہ کوئی ایسا حربہ ہاتھ آئے جو حضرت تجدد کے خلاف استعمال  
 لایا جاسکے۔ علماء و سودا اس معاملہ میں پیش از پیش تھے، کیوں کہ  
 اقتدار کی دکان حضرت تجدد کی وجہ سے روز بروز گھٹنے میں جا رہی  
 لیکن علمیت تقدس درع کہیں کوئی دراز حضرت تجدد کے کردار میں  
 میں آتی تھی جس کو علماء و سودا شہیر کر کے مطلب برآری کر سکیں۔

سرت تجدد کی تیسری اور مخالف عنانہ گتہ پیر کا کام

ایک طرف آپ نے تبلیغ کا کام بہت تیزی سے شروع کر دیا۔ اور  
 سلطنت میں اپنے حلیفہ شیخ بدیع الدین کو بھیجا کہ صحیح عقائد کی ترویج

کیا کہ آپ اتفاق ہوا کہ حسن خان نامی کابل کا رہنے والا حضور سے

اگر بیعت ہوتا ہے۔ نا پختگی ذہن اور صلاحیت کی کمی کی وجہ سے  
 نے اُس کو حسب خواہش غلافت دینے سے انکار کیا۔ اُس نے کابل  
 کو ازراہ عناد مکتوبات میں تحریف کرنا شروع کر دیا۔ کفریہ اور زندیقہ  
 عبارتیں اضافہ کر دیں۔ بیس نقیصں کروا کر سندوستان اور افسانہ  
 مشہور علماء اور مشائخ کے پاس بغرض استفسار بھیج دیں۔

مکتوبات شریف کی عبارات میں جاے جا  
 تحریف کر کے حضرت مجدد و کبیر کی فتویٰ طلب کیا گیا  
 چنانچہ حضرت شیخ عبد  
 محدث دہلوی نے حضرت  
 مجدد کی ترویج میں

رساے لکھ ڈالے۔ اسی طرح کے اور بیعت سے مخالف عناصر تھے۔  
 باہم مل جانے سے ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔

دربار جہانگیر میں حضرت مجدد کی پہلی بارہی عقائد کی وضاحت

ان حالات کے تحت حضرت مجدد کو عقائد کی تشریح کرنے کے  
 جہانگیر کے دربار میں حاضر ہونا پڑا۔ جس میں جہانگیر نے عقائد کی توضیح  
 کہ آپ نے اپنے مکتوب میں یہ کیوں ظاہر کیا ہے۔ کہ میرا مقام صدیق  
 بڑھ گیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ فقیر کے نزدیک  
 اپنی درجہ کے صحابی کے مقام کو بھی اسیس قرن "غیر التابعین نہیں ہے۔"



ایک مجموعہ سیارہ سیاہ حضرت صدیق اکبرؓ کے درجہ کو پائے، فقیر کے نزدیک  
 ب کی ترتیب میں تقدیم و تاخیر کرنے والا شریعت جاوہ سے منحرف ہے۔  
 لیکن ہو سکتا ہے کہ مسابقت کا خیال پیدا ہو۔ البتہ یوں سمجھنا چاہیے  
 بار میں سبقت ہزاری، وہ ہزاری، دوازدہ ہزاری موجود ہیں کسی کھنگی  
 ہم سے بادشاہ سلامت خوش ہو جائیں۔ اور چاہیں کہ اپنے ہاتھ سے  
 ادیں، تو وہ کھنگی انعام لینے کے لئے دوازدہ ہزاری سب کو چھوڑ کر انعام  
 مل کرے گا۔ اور بعد میں واپس اپنی جگہ چلا جائے گا یہ دلیل سن کر  
**ت مجدد کا تسلی بخش جواب سنکر جہانگیر مطمئن ہو گیا** | بادشاہ کی تسلی  
 ہو گئی اور بادشاہ

پ سے مواخذہ نہیں کیا۔ البتہ یار لوگوں نے اور بعد مخالف گروہ نے  
 بلکہ شیخ احمد کو جال میں پھانسنے کی تجویز کی تھی۔ لیکن صحیح و سالم  
 ملائے۔ کوئی اور طریقہ نکالنا چاہیے۔

شخصی حکمرانوں کے نزدیک سیاسی خطرہ سے زیادہ اور کوئی خطرناک  
 نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ پوری طاقت کے ساتھ سیاسی جال تیار کیا گیا۔

**ت شیخ کی طلبی سے بیشتر جہانگیر کا اصف جاہ سے مشورہ**

بیشتر اس کے کہ جہانگیر حضرت مجددؑ کو دربار میں طلب کرے اس نے

اپنے وزیر آصف جاہ سے مشورہ کیا کہ اس بارے میں کیا کیا جائے  
 نے مشورہ دیا کہ شیخ احمد کے متوسلین اور مریدین جو دربار میں اعلیٰ  
 رکھتے ہیں۔ ان کو پہلے دارالسلطنت سے دور مقامات پر تھوڑا بڑھا کر  
 کر دیا جائے۔ تاکہ فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہی نہ رہے۔ بعد میں شیخ  
 کو دربار میں طلب کر کے جہانگیری سیاست کے تحت جو حکم ہو  
 فرمایا جائے۔

چنانچہ بادشاہ نے وزیر کی اس رائے سے اتفاق کر کے خان  
 کو ملک دکن، سید صدر جہان کو مشرقی ممالک، خان جہاں لودھی کو  
 اور مہابت خان کو کابل تعینات کر دیا۔ علی ہذا القیاس دیگر امر اور کئی  
 دارالسلطنت سے ہٹا کر دور دور مقامات پر بھیج دیا۔

شاہی احکامات کے ساتھ ساتھ حزب مخالف  
 نے یہ اندرونی کوشش کی کہ حضرت شیخ کو  
 وقت دربار میں پیش کیا جاوے جب بادشاہ  
 سے زیادہ نشہ میں غمور ہو۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر حضرت شیخ جہاں  
 سطوت سے مرعوب ہو کر سجدہ تعظیمی کریں گے۔ اور شرکانہ طریقہ اختیار  
 گئے۔ تو اپنے مریدین اور متوسلین کی نظر سے گری جائیں گے۔ اور اگر بادشاہ  
 حکم کی تعمیل نہ کی۔ تو گردن زدنی سمجھے جائیں گے۔ دونوں طریق سے

اُسے گا۔ خواہ ساقط الا اعتبار ہو جاویں۔ خواہ ہاتھی کے پاؤں سے  
پروائیے جاویں۔

## جہانگیر کے دربار میں حضرت مجدد کا نعرہ حق

نجد انتظامات کے بعد حضرت شیخ کو جہانگیری دربار میں طلب کیا گیا۔  
نعیمی کے لئے علم دیا گیا۔ آپ نے سختی سے انکار کر دیا۔ اور جہانگیر کو  
ہر کے فرمانے لگے کہ

جانگیر! کیا یہ کھلی حماقت نہیں کہ میں اپنے ہی جیسے ایک  
س اور محبوب انسان کو سجدہ کروں؟

حضرت مجدد کے بے باکانہ اور سرفروشانہ الفاظ سن کر جہانگیر کو  
تکلیف طاقت نہ رہی۔ آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ چہرہ تمٹھا اٹھا تھا۔ دوبارہ  
اس کے لئے اصرار کیا گیا۔ اور زنجیر بھی اس انداز سے لٹکانی۔ کہ کسی نہ کسی  
نسل ہوتے وقت گردن ہی جھٹک جائے۔ آپ نے عملی طور پر بجائے  
دلے جانے کے پہلے پاؤں اندر داخل کیا۔ یہ طریق جہانگیری بھڑکتی ہوئی  
میل کا کام کرنے والا تھا۔ مفتی وقت نے جب یہ حالت دیکھی۔ کہ  
مفتی حضرت شیخ کو ہاتھی کے پاؤں کے ساتھ باندھ کر چروانے والے

تو بے اختیار ہو کر کہنے لگا کہ اے شیخ احمد! میں فتویٰ دیتا ہوں کہ گروں  
جائے حضور نے نہایت اطمینان سے فرمایا کہ

واقعی جان بچانے کے لیے فتویٰ ہی ہے لیکن فتویٰ اس  
کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ گروں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے آگے  
ان الفاظ سے دربار میں سنا نا طاری ہو گیا۔ نہ معلوم جہاں گروں کو کیا خبر  
کہ فوراً اُس نے قتل کا حکم دینے کی بجائے قید کرنے کا حکم دیا۔ اور  
وقت باجولان گوالیار کے قلعہ میں بھجوا دیا۔ اور ساتھ ہی حکم دیا کہ  
مکان کو لوٹ لیا جائے۔ حضرت مجددؒ نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس  
کو سنا۔ اور نہایت خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ یہ واقعہ ۱۶۱۹ء کا  
حضرت مجددؒ اس واقعہ سے پہلے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت  
پر مصائب نازل ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے۔  
کہ مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت نہ کیا جائے گا۔ مدارج  
عاصل نہ ہو سکیں گے۔

گوالیار کا قلعہ حضرت مجددؒ کی وجہ سے  
خانقاہ مجددیہ کی صورت اختیار کر گیا۔  
گوالیار کا قلعہ باغی قسم  
قیدیوں کے لیے مخصوص تھا  
حضرت مجددؒ کے وہاں

اس قید خانے کی نوعیت بدل گئی۔ ذکر و فکر کی محفلیں قائم ہونے لگیں۔  
 وروز تبلیغ و اشاعت کا چرچا ہونے لگا۔ وہ قیدی جو اپنی زندگی کو  
 نام میں گزار رہے تھے۔ وہ اس قید خانہ کی زندگی کو بہتر سمجھنے لگے۔  
 رسول کے باغی اللہ اور رسول کے مطیع اور فرماں بردار بن گئے۔ غیر مسلم  
 کی دولت سے سرشار ہو گئے۔ غیر متدین متدین اور پاک باز اور متدین  
 بہ حال بن گئے۔ بغرضیکہ حضرت مجدد کے دم قدم سے وہ قید خانہ  
 مدیہ مجددیہ خانقاہ کی صورت اختیار کر گیا۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ چراغ نے نور روشنی پھیلا مانا ہے۔  
 ہی محل میں ہو۔ یا غریب کی کٹیا میں۔ ماحول کو روشن اور  
 لبرنا چراغ کے ذاتی خصائص میں داخل ہے اس لیے  
 تعجب کی بات نہیں تھی کہ اگر اسوہ یوسفی پہ عمل کرنے  
 جہانگیر کا باغی لیکن اللہ اور رسول کا مطیع و فرماں بردار  
 ہمارے قلعہ کے باسیوں کے سرخ اپنے قول و فعل سے  
 کر رہے۔

بادشاہ بزعم خود مطمئن تھا کہ باغی کو سزا دے دی گئی ہے۔ لیکن  
بات سے غافل تھا کہ قضا و قدرت نے صرف اس کو راہ راست پر  
کے لئے یہ سارا انتظام کیا ہے۔

حضرت مجددؑ کی گرفتاری آگ کی طرح تمام ملک میں پھیل گئی۔

خرم (شاہجہان) حضورؐ سے عقیدت رکھتا تھا۔ بہت بے چین ہوا  
آداب کا احترام کرتے ہوئے حضرت مجددؑ کے پاس اپنا خاص مہتمد  
عرض کرنے لگا کہ آپ ایک دفعہ سجدہ تعظیمی کر لیں۔ اس کے بعد  
اعزاز و کرامت سے آپ کی رہائی عمل میں لائوں گا۔ ساتھ ہی وجہ جواز  
پر چند کتب پیش کیں جن میں سجدہ تعظیمی کو صباح مکمل کیا تھا۔ آپ

حضرت مجددؑ کی گرفتاری پر شہزادہ خرم کی بے چینی  
فرمایا کہ "رخسار" اس معاملے

ہو سکتی ہو لیکن تعزیت کا مقام اس بات کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔  
شاہجہاں بھی چپ ہو گیا۔ کیوں کہ معاشرہ بہت ٹیڑھا تھا۔ اور وہ خود  
تھا کہ ۱۶۰۶ء جہانگیری جلوس کے ابتدائی سال میں شہزادہ خرم  
بھائی باغی ہو گیا تھا۔ اور اس بناوت کو جلد فرو بھی کر لیا گیا تھا۔ لیکن  
اور اس کے معاونین کی جہانگیری سیاست میں ابھی عامی کینچ تان کی  
جرم اگرچہ مختلف نوعیت کا تھا۔ تاہم اس کو بھی شہزادہ خرم کی شرک



ایا جا سکتا تھا۔ بدی وجہ شہزادہ خرم (شاہجہان) نے اس سلسلہ میں مزید  
یت کرنا بند کر دی۔

نہ مجدد کی گرفتاری پر خانخانان، صدر جہان، خان عظیم حضرت  
بابت خاں وغیرہ عمائدین دربار جہانگیر کی بغاوت کے قید

لی خبر جب خان خانان، صدر جہاں، خان عظیم اور مہابت خاں وغیرہ امراء  
نواہوں نے بغاوت کرنے کی تجویز سوچی تاکہ بادشاہ کو اس کی گستاخی کی  
جا جائے، سب نے مل کر مہابت خاں کو اپنا امیر مقرر کر لیا۔ سازش یہ تھی۔  
اس سے بغاوت کا اعلان ہو جائے، جب بادشاہ اس طرف متوجہ ہو گا تو  
دو تاج پر قبضہ کر لیا جائے گا، چنانچہ مہابت خاں نے کابل سے فوراً بغاوت  
پہن کر دیا۔ اور توران، خراسان کی امداد لے کر جہانگیر پر چڑھائی کے لئے  
ہستان کا رخ کیا۔ بادشاہ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے فی الفور لاہور  
نجا، ہسٹم پونپار بادشاہ کو خیال تھا کہ فوج اپنے بادشاہ کو بنفس نفیس

لیکھنؤ آصف جاہ، نور جہان کی نظر بندی  
دیکھتے ہی مہابت خاں کا  
ساتھ چھوڑ دے گی لیکن

لیکھنؤ نکلا۔ جس وقت جہانگیر دریائے ہسٹم کو عبور کر رہا تھا۔ اس کو مصور کر لیا  
جہاں لدا آصف جاہ پھرانے کے لئے آئے لیکن ان دونوں کو بھی حراست

میں لے لیا گیا۔ مہابت خان چاہتا تھا کہ ہر سہ کو ختم کر دیا جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ دوسری طرف مجوزہ سکیم کے تحت اُمراء سلطنت نے نور جہاں کی طرف کو بر طرف کر دیا۔ اور بغاوت شروع کر دی۔ اب معاملہ بالکل صاف تھا۔ حضرت مجدد سے استدعا کی کہ شاہی مسند کو رونق بخشیں اور ساتھ ساتھ سراج مالدینے ہوئے جوئے کام کی تفصیل آپ تک پہنچادی۔

قلعہ گوالیار حضرت مجدد کا مکتوب مریدین کے نام اس کے

اُمراءے توسلین کو تحریر فرمایا۔ کہ مجھے سلطنت کی ہوس نہیں۔ اور میں تمہارے فتنہ و فساد کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے جو قید کی مصیبت برداشت کی اور کام کے لئے ہے۔ جب وہ کام پورا ہو جائے گا۔ میں تمہاری کو بغیر اللہ کے حکم سے قید سے رہا ہو جاؤں گا۔ یہ فساد میرے کام رکاوٹ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم بغاوت سے باز آ جاؤ۔ اپنے بادشاہ کو قبول کرو۔ میں بھی اللہ جلد از جلد قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔ کی بے شمار نقلیں کی گئیں۔ مہابت خان کو ٹھیک وقت پہنچ گئیں۔ تینوں کھجورست میں لے ہوئے تھا۔ دوسرے اُمراء کے مکتوب بھی دارالامرا سے پہنچ گئے۔ جس میں درج تھا کہ حضرت مجدد اس بغاوت سے چنانچہ مہابت خان حضرت مجدد کا خط لے آیا۔ اور کہا کہ میں حضرت مجدد

ہا کرتا ہوں۔ جہاں گبر کو تخت پر بٹھا کر سوائے سجدہ و تعظیمی کے تمام آداب بجا لایا۔  
**مجدد کے خطوط پر کڑی نگرانی** | بادشاہ واپس دارالخلافہ بہت

بجلی تھی۔ اب حضرت مجدد کی خط و کتابت پر پوری طرح نگرانی ہونا شروع  
 آپ کے مکتوبات صاحبزادگان کو جایا کرتے۔ ان میں تلقین صرف اس  
 داکرتی کہ راضی بہ رضا رہنا چاہئے۔ ایک خط میں اپنے صاحبزادہ محمد  
 کہاں کو لکھتے ہیں کہ میری رہائی کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ میرے لئے استقامت  
 لیا کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہو۔ رہائی خود بخود ہو جائے گی۔  
 یہ وہ مکتوب جو دیگر متوسلین کو لکھے جاتے۔ ان میں ہی ایسے ہی مصائب  
 کسی ایک مکتوب میں بھی شکایت یا حکومت پر تنقید نہ ہوتی۔ البتہ اسیانے  
 ہم کا ذکر ضرور ہوتا۔

**خانہ میں حضرت مجدد کی زندگی اور اس کا جہاں گبر پر اثر** | ادھر ان مکتوبات  
 پر کڑی نگرانی ہو رہی

ادھر قید خانہ کے در و دیوار سے قنوطیت اور کفر و عصیان کی سیاہی حضور کے  
 ہم سے چھٹ رہی تھی۔ قید خانہ پورے طور پر خالقانہ مجددیہ بن گیا۔ جہاں  
 فکر اور صبح و شام کے مراقبہ کی وجہ سے قلب و فکر کی درستی ہو رہی تھی۔  
 ہم پہرہ دار سے لے کر بڑے اہلکار و ادیب اور ایک عام قیدی سے لے کر

بڑے سے بڑے سیاسی قیدی تک حضورؐ کے فیضانِ محبت میں رنگا ہوا

بادشاہِ خود بہت متاثر تھا۔ اور ایک امدادِ نقد بھیس بدل کر بیعت

بنیام زہنی قلبی انقلابات کا جائزہ لے چکا تھا۔ آخر شش تا یکے ہتھیار

اور رہائی کا حکم صادر کیا۔ اپنے رہائی سے پہلے جہانگیر کے سامنے حاضر

ذیل شرطیں پیش کیں جو جہانگیر نے بخوشی قبول کر لیں۔

سات شرطیں جو رہائی سے قبل حضرت مجددؑ نے شہنشاہ سے

۱) سجدہ تنظیمی موقوف ہو۔

۲) مساجد آباد ہوں۔

۳) گاؤں کشی کی ممانعت کے جو احکام جاری ہیں وہ موقوف کیے جائیں۔

۴) خاویانِ شرع مثلاً قاضی، مفتی اور محتسب وغیرہ مقرر کیے جائیں۔

۵) جزیہ لیا جائے۔

۶) احکامِ شرع کی تردید ہو۔ اور بدعات دور ہوں۔

۷) سیاسی قیدی رہا کیے جائیں۔

جہانگیر کی طرف سے پیشکش  
جہانگیر کی طرف سے پیشکش

ہماسے ساتھ میں خواہ گھر چلے جائیں۔ اختیار ہے۔ حضورؐ نے جہانگیر

حضرت میں رہنا منظور کیا۔ تاکہ حضرت شیخ عبداللہ احرار کا وہ مطمح نظر پورا ہو  
 کہ بادشاہ اور اراکین سلطنت سے وابستگی اختیار کرنا چاہیے۔ تاکہ  
 رعایاں دور ہو۔ اور انصاف کا دور دورہ ہو جائے۔

حضرت مجددؑ جانتے تھے کہ اگرچہ کبیری  
 الحاد اور جہاگیری دور کی بدعات کا مواد

بیتِ بیدار کی فراست

یہ وقت پر خارج ہو چکا ہے۔ اور سات ٹانگے ہیں اس زخم پر لگا دیئے  
 تاہم زخم کی نگاہداشت کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ عدم نگہداشت  
 جسے ٹانگے کھل جائیں۔ اور زخم از سر نو رہنے لگ جائے۔ یہی حضرت  
 ڈکی بہت بڑی فراست تھی۔ کہ آپ نے سفر و حضر میں رہنے کا التزام  
 ہو سکتا تھا۔ کہ آپ عزت و احترام سے رخصت حاصل کر کے اپنے  
 رہائش اختیار کر لیتے اور درس و تدریس اور تلقین و ارشاد میں باقیہ  
 کی صرف کر دیتے۔ لیکن ایسا نہیں کیا۔ اس لئے کہ ہر سہیچے درج شدہ گروہ  
 اپنا کام کر چکے تھے۔

غریب اور فقرا کی وجہ سے عوام میں صلاحیت پیدا ہو چکی تھی۔

علماء و فضلاء کے پند و نصائح سے ہمیدہ طبقہ اپنی سابقہ غلطیوں کو سمجھ  
 چکا تھا۔

غریب اور فقرا کی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر چکے تھے۔

تاکہ انصاف  
 آزاد  
 کا دور  
 اور  
 ہرگز  
 رکھا

اب صرف چوتھا ایٹم باقی تھا کہ بادشاہ وقت کو راہِ راست پر  
اس کی مدستی اور اصلاح کا تعلق حضرت مجدد نے اپنے ذمہ لیا تھا۔ اور اس  
سے اُس کے ساتھ ٹکر ہوئی تھی۔ اب چونکہ بادشاہ وقت اپنے کئے پر نادم

حضرت مجدد کا سفر و حضر میں جہاں گیر کے ساتھ منہ کا  
مقصد بادشاہ کو ان سب باتیں کہ وہ شر الظہیر پابند کروانا تھا

کیا جائے۔ اور وہ تب ہی ہو سکتا تھا۔ جب بادشاہ کے ساتھ سفر و حضر  
مجالست اختیار کی جائے گی۔ اندر میں حالات حضرت مجدد نے جو یہ  
محبت وطن کی کشش اور گوشہ نشینی کی لذت سب کو اپنے فریضے پر  
لڑوایا۔ بادشاہ کے ساتھ سفر و حضر کی مجالست اختیار کی جس کا فائدہ  
کہ عبوت و خلوت کے موقعوں پر حضور کو تلقین و ارشاد کا اکثر اتفاق ہوتا  
اور بادشاہ کو بھی اپنے گذشتہ اعمال کا جائزہ لینے اور ان سے تائب  
کا موقعہ ملتا رہتا۔ بدیں وجہ بدعات و کفریات جو ابھر کے زمانے میں  
ہو کر جہاں گیری و دور میں جڑ پکڑ چکے تھے۔ وہ سب کے سب دور ہونے  
پہلے سے کہ وہ سات شرطیں احیاء اسلام اور دین حقہ کی اشاعت کا نظر

سات شرطیں جو درج کی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے



داخل فی الدین کر دیا گیا تھا۔ اور نہ کرنے والے کو باغی متصور کیا جاتا تھا۔ یہ  
 سجدہ خود اکبر نے جباری کیا تھا۔ اور جب لگیا اس سجدہ <sup>تعمیمی</sup> پر اپنے عظمت  
 کی بنا پر رکھے بیٹھا تھا حضرت مجدد کے قول و فعل نے ثابت کر  
 ا کہ کبریائی صرف باری تعالیٰ کو ہے۔

اکبر کے محمدانہ دور نے شمار اسلام کو اس قدر تزیین کرنا شروع کر دیا  
 کہ مساجد ویران ہو گئی تھیں۔ جب نماز کو ہی بوجہ سمجھ کر ہٹا دینے کا فیصلہ  
 کیا اور صرف صبح و شام پڑھتے اور ڈوبتے سورج کو پر نام کر لینا عبادت میں  
 لایا گیا ہو۔ تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مساجد کا کیا حشر ہوتا ہوگا۔  
 بے بہت عوام جو ان کے آباد رکھنے کی کوشش بھی کرتے ہوں گے۔ وہ خود  
 ریوں کی نظر میں ذلیل سمجھے جاتے ہوں گے۔ یہی طور و طریق جہانگیری  
 میں قائم رہے۔ اگرچہ اس کی شکل مختلف ہو گئی تھی۔ تاہم ممالک محروسہ  
 مساجد کی ویرانی کا مسئلہ مسدّد تھا حضرت مجدد نے ان کے آباد کرنے کی  
 پیش کی۔ تاکہ حکومت کی طرف سے مساجد کی حفاظت ہو سکے۔

اکبری دور میں ہندوؤں کی پاسداری کا خیال یہاں تک بڑھ چکا تھا۔  
 لاشی کے دن ہندوؤں کے برت کی وجہ سے مسلمان دن کو روٹی نہیں  
 لکتے تھے۔ بخلاف اس کے رمضان شریف میں کھلم کھلا کھانا فروخت ہوتا  
 گاؤں روک ٹوک نہ تھی۔ گاؤں لاشی کو ملک بند کر دیا تھا۔ جہانگیری عہد

میں بھی ان باتوں پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ چنانچہ حضرت مجدد نے گواہی کے احکام منسوخ کروائے۔

۴۔ قاضی، مفتی اور محتسب وغیرہ کے عہدہ جات اکبری عہد میں مخدوم

ملا عبداللہ سلطان پوری اور صدر الصدور ملا عبدالغنی کی برطرفی کے بعد قریب قریب ختم کر دیئے گئے تھے۔ حضرت مجدد نے ان کے عہدہ جات کو دوبارہ

کرنے کی شرط پیش کی تاکہ ان حضرات کے طفیل دین محمدی کی اشاعت

۵۔ جزیرہ ۱۵۶۷ء میں اکبر نے بند کیا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اسی

حضرت مجدد پیدا ہوتے ہیں۔ قدرت نے اسلام کا یہ اہم کام جو ان کی پیدائش

۶۔ ترک و بدعات کی کثرت ہو چکی تھی۔ مدار، شطاریہ، روشنیہ اور

دیگر فرقے جہلا فقرا کی وجہ سے عوام میں غلط رنگ میں پھیل رہے تھے۔

اکبری الحاد کو تقویت دینے والے تھے۔ ان فرقوں کے اثرات جہاں تکری دور

بھی بدستور قائم تھے۔ حضرت مجدد نے ان کے اصلاح کی کوشش فرمائی

۷۔ سیاسی قیدی جو مختلف شکوک کی بنا پر قید و بند کے مصائب برداشت کر رہے تھے۔ ان کی رہائی کی شرط پیش کی۔

۱۰  
 وہابی ہو یا تحریری مگر یہی کے جانے کی طرح ہے جو کمزور کو  
 الجھالیتا ہے اور طاقت ور کے مقابلہ میں ٹوٹ جاتا ہے

ان شرائط پر کاربند کر دانا ایک بہت بڑا کام ہے۔ وگرنہ معاہدہ خواہ  
 یا تحریری سولن زوماس کے مقنن اعظم کے قول کے مطابق مگر یہی کے جانے  
 ہے جو کمزور کو الجھالیتا ہے۔ لیکن طاقت ور کے مقابلہ میں ٹوٹ  
 نے۔ اندریں حالات یہ ضروری تھا کہ حضرت مجددان شرائط پر بادشاہ  
 بولتے۔ اور ساتویں عملی طور پر تمام ممالک محروسہ میں ان کی ترویج

۱۱  
 بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جاتا ہے۔  
 ت بھی تحریر ہو جاتے ہیں لیکن بعض داخلی یا خارجی اثرات کی وجہ سے  
 م شروط و معاہدات تاریکیوں کی طرح سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ بالخصوص  
 خارج کا تعلق شخصی حکمرانوں کے ساتھ وقتی رہا ہے۔ بڑی بڑی قسموں سے  
 کیے ہوئے وعدے بھی شیطنت کی کج ادائیگی سے نسیا منسیا ہو کر رہ  
 ہیں اور بعد میں تو قبول کر بھی اس طرف خیال نہیں آتا۔

۱۲  
 دیکھ کے ٹوٹ جائیگا تاریکیوں میں مثال | خلیفہ ہارون الرشید نے  
 امین اور مامون کی قتل ہمہی

کو اپنی دانست میں کس قدر مضبوط طور پر پابندھا تھا، عہد نامہ کو خانہ کعبہ میں  
 لکھا گیا، کہ پہلے امین خلافت پر بیٹھے گا، اور بعد میں مامون، دونوں نے متفق  
 دستخط کیے، مماندین دربار نے اپنے اپنے دستخطوں سے تصدیق کی، فلیش  
 مہر ثبت کی، اور دستخط سے توثیق کی، بعد میں صنوع و شتوع کے ساتھ  
 عہد نامے کو خانہ کعبہ کی دیہیز سے چسپاں کر دیا، تاکہ ہر فرقہ کو اپنے  
 پاس رہے، اور خدا کو حاضر ناظر مانے، لیکن تاریخ وان حضرات ما  
 کہ ہارون الرشید کے بعد کچھ عرصہ تک اس عہد کی پابندی رہی، یعنی امین  
 خلافت پر بیٹھا رہا، اور مامون خراسان کے علاقے کا گورنر بنا رہا، لیکن  
 کے بعد ایسے حالات پیدا کیے گئے، کہ ہارون الرشید کے دونوں بیٹوں  
 درمیان خون ریز جنگ ہوئی، جس میں امین بے بسی کی حالت میں  
 ہوا، اور اس کا سر مامون کے سامنے پیش کیا گیا، اور مامون الرشید  
 خلافت پر بیٹھا اور تاج کو بھی امین کے قتل سے تاریخ کا باب شروع  
 اسی طرح اور مستالیں ہیں، جو ثابت کرتی ہیں، کہ معاہدات کو  
 نہیں رکھتے، تا وقتیکہ ان پر پابندی نہ لگی جائے، اس لیے حضرت  
 ضرورت محسوس ہوئی، کہ سفر و حضر میں بادشاہ کے ساتھ رہ کر پیش کر  
 و شرط پر پابند کروایا جائے، اس لئے کہ ان شرط میں دین الہی اکبر  
 احکام اور اکبری دور کے الحاد و زندقیت کا جنازہ تھا، حضرت مجدد

ازدے کو ایسے گہرے گڑھے میں دفن کرنا تھا۔ جہاں سے اُس کے متعفن اثرات  
 پھرنے ہو سکیں۔ چنانچہ اس جنازے کو دفن کرنے کے ساتھ ہی دین محمدی  
 یار کی صورت پیدا ہو گئی۔

**تجدد سے جہانگیر کی اراوت** | جہانگیر حضرت مجدد کی صحبت  
 سے اس قدر متاثر ہوتا تھا۔

لہذا یہ کہ کشمیر آتے جاتے دو دفعہ حضرت کے سنگر سے کھانا کھایا۔  
 نا اگرچہ سادہ تھا۔ لیکن بادشاہ کا کونائے کہ انا لذیذ کھانا اس  
 بنگلی بھر میں بھی نہیں کھایا۔ آخر میں اُس کی عقیدت کی یہ حالت ہو گئی  
 کہ حضور کے وصال کے بعد بھی حضور کے اس فرمانے کو "اگر اللہ تعالیٰ اتباع  
 ت کی وجہ سے مجھے جنت میں لے جائے گا۔ تو تیرے بغیر نہ جائیں گے" اس  
 ماویز کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کر کے نجات کا طالب ہوتا ہے۔  
 اللہ اللہ اس سے بڑھ کر حضرت مجدد کی اپنے مشن میں کامیابی کیا ہو سکتی  
 ذالک فضل اللہ یومئذ من لیشأ

**ایک مشبہ کا ازالہ**

رہا یہ سوزل کرنا کہ "کیا حضرت مجدد نے کبریٰ الحاد کا قلع قمع کیا؟"

اس سوال کو استعجاب کا رنگ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ سائل کو ایسی شک  
کہ حضرت مجدد اپنے مشن میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوئے۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت مجدد کی زندگی اور ان کے زمانہ کی  
فلتشار کو سائل نے اپنے سامنے نہیں رکھا۔ اور حضرت مجدد کا جہا  
کے ساتھ سفر و حضر میں قیام کرنے کے مقصد پر غور نہیں کیا۔ سفر و حضر  
آپ کا بادشاہ کے ساتھ مجالست رکھنے کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہ تھا  
اپنے مشن کی تکمیل کروا سکیں۔

بیت سے مکتوب جہانگیر کی پرائیویٹ مجالس کے بارے میں  
گئے ہیں جس میں حضرت مجدد نے شریعتِ عزرا کے خواص بیانیہ  
ہیں۔ بادشاہ، امرا اور وزراء کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہے  
خط جہانگیر کے نام ہے جس میں دعا کے اثرات اور علماء و صلحاء کی  
بیان کی گئی ہے۔

اکبری الحاد کا قلع قمع کرنے والے حضرت مجدد میں | اگر کہا جا  
قدح

فرید خان (مریدین حضرت خواجہ باقی باللہ) اکبری الحاد کا قلع قمع کرنے  
تھے جنھوں نے تخت نشینی کے وقت جہانگیر سے عہد لیا تھا کہ شراب  
کا احسا کیا جائے گا۔ تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حضرات پیر بھائی ہوئے



تجدد سے وابستگی اختیار کیے ہوئے تھے، مکتوبات میں سے  
 وہ ان حضرات کے نام ہیں، مزید برآں حضرت خواجہ کا مستند  
 یانے اسلام تھا، باقی یہ کام کسی سے سر ہونا تھا، اس کی  
 گذر چکی ہے، یہ نسبت بلند ملاحس کو مل گیا،  
 میں ہمہ زور باذوقیت تازہ بخشہ خدائے بخشندہ  
 نیز معابدات زبانی ہوں یا تحریری مکڑی کا جالا ہیں جو کمزور کو  
 تھے ہیں، لیکن زبردست کے سامنے ٹوٹ جاتے ہیں، کیا مابعد  
 ت نے یہ ثابت نہیں کر دکھایا، کہ الہی الہاد بدستور قائم تھا  
 ہی بند تھی، مساجد ویران تھیں، جزیرہ موقوف چلا آ رہا تھا،  
 کی کثرت تھی۔

آخر وہ کون ایسا صاحب عمل میدان میں آیا، جس نے نہ صرف  
 بلکہ جہانگیر کے پوتوں پڑوتوں میں اسلام کے احیاء اور خدمت  
 کا جذبہ پیدا کر دیا۔  
 یقیناً اس کا جواب صرف ایک ہوگا، "فلا حضرت مجدد  
 ثانی مدین احمد سرمندی تھے یا ان کی اولاد تھی"

## تصوف کو صحیح مقام پر لانا اور اسے صرف حضرت مجدد دہلی

تصوف جو بکری الہاد کی وجہ سے اپنا مقام کھو چکا تھا اور اس پر سے ایک علیحدہ طریقہ سمجھا جاتا تھا۔ حضرت مجدد کے طفیل پر آگیا۔ اس لئے کہ حضرت مجدد کے نزدیک استکمال شریعت ہی تصوف ہے، تزکیہ نفس کے سلسلے میں عمر کا بہت سا حصہ کرنے کی بجائے براہ راست ایک ہی نظر میں "تصفیۃ قلب" کی صلاح حاصل کر دینا حضرت مجدد کی اہم خصوصیات میں داخل تھا۔ ذرائع، واجبات، سنن اور مستحیات میں جس قدر آثار و خیال رکھا جائے گا، اسی قدر الوارات اور تجلیات کا ورود ہونے کے ساتھ ساتھ معاملات کی درستی کا خیال رکھنا تصوف پختگی ہے۔

## سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی خصوصیات

سہروردیہ اور نقشبندیہ عہد سلاسل کی باقاعدہ اجازات دینے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں تمام سلاسل کے قیوضات لا محالہ شامل کر دیئے گئے۔ اس سلسلے میں تصفیۃ قلب پر زور

اس کو مقدم سمجھا گیا ہے، اس لیے حضرت مجدد<sup>ؑ</sup> صیح فرمایا کرتے تھے،  
ہاں بدلت میں نہایت ہے۔

پ کے زمانے میں ہی یہ سلسلہ ہند اور بیرون ہند میں خوب پھیلا  
سے متاثرین وقت نے حضرت مجدد<sup>ؑ</sup> سے رجوع کیا۔

تشریح شروع میں حضرت مجدد<sup>ؑ</sup> کو ردِ بدعات کے سلسلے میں جاہل فقراء  
یہ وحدت الوجود کی مخالفت میں بہت شد و مد سے کام کرنا پڑا، یہ  
چہ حضرت محی الدین<sup>ؒ</sup> ابن عربی سے ماخوذ ہے۔ لیکن حضرت مجدد<sup>ؑ</sup>  
نے پے در پے مضامین میں یہ ثابت کر دکھایا کہ یہ تنگ نائے وحدت  
س سے گذرنا ہر سالک کے لیے ضروری ہے۔ اور وہ ذات جو  
ن ہے۔ اُس کو چون سے کیوں کر تعبیر کیا جاسکتا ہے لیس کہ مثلہ  
يَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ جس کی مثل کی مثل بھی نہیں تباہی جاسکتی، اُس  
نورِ مگنہ کے خود پیدا کردہ تصورات میں کیوں کر مقید کیا جا  
سکتا ہے۔

ت وحدت الوجود کے مقابل میں وحدت الوجود کا نظریہ کیا

ت وحدت الوجود کے نظریہ کی تردید کرتے ہوئے آپ نے وحدت الوجود  
پیش کیا، تاکہ سمجھا سکے جو کچھ ہے۔ اسی سے ہے، اس کا عکس

ہے۔ نہ کہ عین ہے۔ اس سلسلے میں بے شمار مکتوب ہیں۔ اور اس  
ذات واجب الوجود کے دراء الوراہ ہونے کے بارے میں تشریح  
کہ وہ ذات جو چون اور چگونہ میں آسکے۔ وہ دراء الوراہ نہیں  
۱۱۱ مکتوبات اور دیگر تصنیفات نے علماء سواد اور بہت سال فقرا  
میں لرزہ پیدا کر دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تصوف جو اپنا مق  
چکا تھا۔ اُس نے از سر نو اپنا اصل مقام حاصل کر لیا تھا۔ ذکر  
لذت محسوس ہونے لگی۔ کہ نظریہ بر قدم کے اسرار کھلنے لگے۔ سمار  
عدم جواز کے سلسلے میں مکتوبات میں ابھی خامی بحث ہے۔  
غرضیکہ اتباع سنت کے اندر ہی مدارج عالیہ کے  
مجدد نے ثابت کر دکھایا۔ فرمایا کہ دو رکعت نماز اتباع سنت  
میں وقت پر ادا کرنا بے شمار بے وقت کی پتہ کشیوں سے بہتر  
مکتوب میں احیائے سنت اور تصوف کی غلط روش پر حصر  
آگہی ہی نہیں فرمائی۔ بلکہ عہد توسلین کو اپنے قول و فعل سے  
استطاعت عمل پیرا بھی کروادیا۔

”صلہ“ کا مطلب حضرت مجدد کی ذات سے ویسے اگر  
والبتہ ہے۔ جنہوں نے شریعت اور طہارت کو ایک کھایا ہے۔ اس  
تویہ کام

ان مسند فقہ نے ایسے دستور بنا رکھے تھے جن میں حال و وجد  
 ی، سماج کی طرب انگیزی رونق سجادہ و لوق ہو رہی تھی۔ ان کے  
 وار اٹھانا کہ خلاف شرع ہے، اور پے درپے اس کے خلاف  
 جلوت و غلوت کی مجالس میں اس کی تردید کرتے رہنا،  
 نام میں کتاب و سنت کی روشنی میں براہین پیش کرنا معمولی گئی  
 رہے۔ اس جہاد میں حضرت مجدد کہاں تک کامیاب ہوئے ...؟  
 میں یہ کہہ دینا کافی ہے، کہ شرک و بدعات کے جملہ محملات  
 کے مرکز کے ارد گرد تیار کیے گئے تھے، ان میں دراز تو اسی وقت  
 لائی تھی، جب ہسٹنگری دوبار میں حضرت مجدد نے سجدہ تعظیمی  
 باوجود امرار کے انکار کر دیا تھا، البتہ یہ محملات اس وقت  
 سے زمین پر آگرے جب حضرت مجدد نے ہسٹنگری نخوت و  
 ر کے قلعہ میں تعظیمی سجدہ کے موقوف ہونے کی ایک ضرب  
 ان غلط اعتقادات کے بتوں کو اس وقت پاش پاش کیا گیا۔  
 تو بات اور تصنیفات میں پے درپے مضامین آنے شروع ہو  
 اور ان مضامین کو باقاعدہ نشر کیا جاتا رہا۔

ن پئے یہ کہنا درست ہے، کہ تصوف کو اپنی ٹھیک جگہ پر دوبارہ  
 لے حضرت مجدد الف ثانی نے ہیں، جن کی شب روز کی مجاہدانہ

کوشش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کو پورا کیا  
میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کو صلہ کہیں گے

(دو چیزوں کو ملانے والا)

یہ پیش گوئی حضرت مجدد کے حق میں پوری ہوئی۔ اس لئے کہ  
عمری اور پرظاہر و باطن شریعت و طریقت کو ایک کر دیا



# عبادات و معمولات

شب و روز کی تلقین و ارشاد اور درس و تدریس کی وجہ سے  
صحیح گرتی جا رہی تھی۔ جس کی وجہ سے ضیق النفس کا دورہ  
دگیا۔ دوسری طرف عبادات اور معمولات کا یہ عالم تھا کہ ہر  
میں سنت کی پوری پوری طرح سے کرتے، رات کا جب تیسرا  
جااتا تو تہجد کے لیے بیدار ہوتے، نوافل ادا کرنے کے بعد  
فرماتے، اور صبح سے دو تین گھنٹی پہلے سنت کے مطابق  
اتے، صبح کو بیدار ہو کر نماز فجر کی سنتیں گھرا دیا فرماتے اور پھر  
جا کر باجماعت فرض ادا کرتے، اشراق تک مراقبہ کرتے، اور  
پر باریک کپڑا ڈال لیتے، پھر اشراق ادا کرنے کے بعد گھر تشریف  
جاتے، اور دنیاوی کام کے بارے میں ہدایات دیتے، اس  
بعد طالبوں کو بلا کر ان کے حال پر توجہ فرماتے، کلمہ طیبہ کے پڑھنے  
بہت تاکید کرتے، اور اس کے فیوضات اور برکات اکثر بیان کرتے رہتے

کھانے کے وقت صاحبزادگان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے  
 آداب طعام کا پورا پورا خیال رکھتے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد  
 سنت نبویؐ کی متابعت میں کرتے۔ نماز ظہر سے پہلے چار رکعت  
 صلوٰۃ زوال کی صہرت میں ادا فرماتے۔ اور ظہر کی نماز کے بعد  
 قرآن سے ایک دو رکوع سنتے۔ بعد میں درس و تدریس کا سلسلہ  
 کر دیتے۔ عصر کی نماز میں سنت کو کبھی ترک نہیں کرتے اور عصر کے  
 مراقبہ فرماتے۔ مغرب اور عشاء کے وقت بھی سنت اور مستحبات  
 کا خیال رکھتے۔

رمضان شریف کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے۔ سفر و حضر  
 تراویح باجماعت ادا کرتے۔ اور مہینے میں چار مرتبہ قرآن مجید  
 کرتے۔

معاملات میں حضرت کا ہر فعل سنت کے مطابق ہوتا۔ تلون  
 ہرگز نہیں تھی۔ مستقل مزاجی ہر بات میں پائی جاتی تھی۔ کسی سے کسی  
 کی کوئی بخشش یا چغلتش ذاتی طور پر نہیں رکھتے تھے۔ "المحبت  
 وَالْبُغْضُ لِلَّهِ" پر کار بند رہتے۔

وصال اٹھائیس صفر ۱۰۳۴ھ | جب سن مبارک ۶۳ سال  
 مطابق ۱۶۲۴ء بروز منگل۔ ہوا۔ تو فرمانے لگے کہ جا۔

قریب آگیا۔ ذوالحج کے وسط میں ضیق النفس کا دورہ شروع ہو گیا۔ ایک  
پنے والد ماجد شیخ عبدالاحد اور جید امجد حضرت امام رفیع الدین کے  
تبر فاطمہ پڑھنے کے لئے گئے بہت دیر تک مراقبہ میں بیٹھے رہے۔  
سام اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت مانگتے رہے۔

۲۲ صفر ۱۰۳۴ھ کو حضرت نے اپنے صاحبزادگان اور خلفاء کو فرمایا۔  
تبارک تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس بشر کو بہت کچھ عطا فرمادیا  
اس سے سننے والوں کو یقین ہو گیا کہ وصال کا وقت بہت قریب  
میں صبح کو حضرت نے واصل بحق ہونا تھا۔ اس رات صاحبزادگان  
غناء کو وصیت فرمائی کہ میری تجہیز و تکفین سنت کے مطابق  
کون شخص میرے ستر کو نہ دیکھے۔ غسل کے وقت صوف لٹکے اور  
بے غناء موجود ہوں۔ ان باتوں کے بعد کمزوری بڑھنی شروع ہو  
تہجد کی نماز اس رات بھی با وضو کھڑے ہو کر ادا کی۔ اور فجر کی نماز  
امت پڑھی۔ فجر کی نماز کے بعد حسب عادت مراقبہ فرمایا۔ اشراق کی  
ہی ادا کی۔ اور عہد اور ادو و مخالف حسب معمول پڑھے۔ تہجد کے  
نہ سے لے کر انتقال تک آپ گاہ بگاہ ہندی کا مصرع پڑھتے رہے

۳۔ آج ملاو کے پیاسے جگ دیواں وار  
دست کی ملاقات کی خوشی میں سارے جہان قربان کر دوں )

درود وظائف ختم کرنے کے بعد آپ قبدرُخ لیٹ گئے۔ اور اللہ  
 کہتے جان جان آفریں کو سپرد کی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ  
 حضرت مجدد کی کرامات و مکاشفات  
 لالتعداد ہیں۔ ان کو تفصیل یا اہم

سے بیان کرنا چنداں ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت کا وجود  
 سراپا کشف و کرامت تھا۔ البتہ ان کی تصنیفات بالخصوص مکتوبات  
 شریف پر تعویذی سی بحث کر دینا نہایت ضروری ہے۔

## مکتوبات شریف کی افادیت

حضرت مجدد کے مکتوبات کا نشر ایک منظم آرگن کی صورت میں  
 جس کے ذریعہ شرک و بدعات کے خلاف اظہار خیالات کیے گئے  
 اور احیائے اسلام کا پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ مکتوبات علمی و دینی  
 ایک لازوال اور ہمہ گیر شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں حضرت  
 نے واردات قلبی، اعتقادات شرعیہ اور اعمال صالحہ کے عوام  
 طرح بیان فرمائے ہیں۔ صاحب قلب و فکر کے لئے ان کا مطالعہ

نہ پیش کرتا ہے۔

ایک گم گشتہ راہ کو صحیح راستے پر ڈالنے کے لیے جتنا کام ان  
ت نے حضرت مجدد کی زندگی میں کیا تھا، اتنا ہی کام آج بھی کر رہے  
ہے۔ صاحب بصیرت کے لیے مکتوبات شریف کا مطالعہ و جدانیات میں  
نہ کا باعث ہوتا ہے۔ اور مبتدی کے لیے اسلام کی حقانیت سمجھنے  
اور اجماع سے تفصیل کی طرف آنے کے لیے مشعل راہ ہے۔

## مولانا عبدالمجاہد یادری کا قول۔

تصوف اسلام کے ذخیرے میں سب سے زیادہ اہم میرے اوپر  
یہی کتابوں کا پڑا ہے۔ نمبر اول یہ سنوئی ہے جس نے  
ہریت اور الحاد سے کھنچ کر مجھے اسلام کی راہ دکھائی۔  
ان اجمال کے بعد ضرورت تفصیل کی تھی یعنی اسلام کے اندر  
تعماد و اعمال میں راہ متعین کون سی اختیار کی جائے  
اب باب میں مجمع ہدایت کا کام مکتوبات ہی نے دیا ہے۔

# مکتوبات شریف پر تبصرہ



حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ عقائد و ائمال میں راہ متعین کرنے کے جو کام مکتوبات نے کیا ہے۔ وہ کسی اور کتاب نے نہیں کیا۔ صوفیائے علم اور علمائے کرام جن تحریرات کو بطور سند پیش کرتے ہیں یا پیش کر سکتے ہیں۔ وہ مکتوبات (امام ربانیؒ) کی ہیں۔ وہ ہدایات اور واردات قلبی کیفیتیات کو جس طریق شریعتِ حقہ میں سمویا ہے۔ وہ حضرت مجددیؒ کے جیسے۔ اسی طرح وعدۃ الوجد اور وحدت الشہود، واجب الوجود، مکاشفہ کشفیات، صحو، سکر، ولایت، نبوت، توحید، رسالت، مبداء و معاد وغیرہ بیچ دربیچ مسائل کو احسن طریق پر سلجھا دینا حضرت مجددؒ کے کسی اور سے بن نہیں پڑا۔

۶۳۴

مکتوبات شریف کی تین جلدیں ہیں۔ جن میں چھ سو چونتیس مکتوبات

ہیں۔

۳۱۳

دفتر اول جسے "دارالعرفت" کہتے ہیں تین سو تیرہ خطوط پر مشتمل ہے۔ اسے خواجہ یار محمد بدخشیؒ نے ۱۹۱۶ء میں ترتیب دیا۔ بیسٹس خطوط پر و مرشد کو ملے ہیں۔ جن میں اپنے عروج اور واردات کا ذکر ہے۔



کا بیان کرنا اپنے شیخ سے نہایت ضروری ہے۔ باقی خطوط  
 و کو ترویج دین کے بارے میں لکھے گئے ہیں۔ کچھ سوالات کے جوابات  
 سلسلہ میں ہیں۔ ایک چالیس صفحہ کا مکتوب اپنے مرشد زادوں کے  
 لئے جس میں عقائد اہل سنت والجماعت بیان کئے گئے ہیں۔  
 دفتر سوم "نور الحقائق" اس میں ننانوے خطوط ہیں۔ یہ مکتوبات  
 ت خواجہ معصوم کمال روڈ کے ایما سے خواجہ عبدالحمید حصاروی نے  
 ۱۹۰۰ء میں جمع کئے۔ یہ خطوط بہت طویل ہیں۔ ایک خط بیس صفحے  
 ہے۔ جو خواجہ محمد تقی کے نام ہے۔ اس میں اہل سنت والجماعت  
 اہل تشیع کے عقائد سے بڑی مدلل بحث کی ہے۔ ایک پندرہ صفحہ  
 فط خان جہان کے نام ہے۔ اس میں بھی عقائد اہل سنت والجماعت  
 تفصیل بیان کیے گئے۔ کچھ خطوط مرشد زادوں کے متعلق ہیں۔ اور کچھ  
 دوط میں اسرار تصوف کی توضیح ہے۔

دفتر سوم "معرفت الحقائق" خواجہ محمد ہاشم کشمیری برہان پوری نے  
 ۱۹۰۰ء میں ترتیب دیا۔ اس دفتر میں دوسو بائیس خطوط ہیں۔ کچھ  
 لوط قلعہ گوالیار کے زمانہ کے ہیں۔ جو اکثر آپ نے صاحبزادگان کو تحریر  
 کیے ہیں۔ ان میں صبر و استقامت کی تلقین کی گئی ہے۔ اور راضی برضا  
 کے کاستی دیا گیا ہے۔ کچھ مکتوب جہاگیر کے دربار کی ہمراہی میں وہاں کی

مجلس کے متعلق لکھے گئے ہیں جن میں حضرت نے ہندو و عطا  
 پیش کیا ہے۔ ایک مکتوب جہانگیر بادشاہ کے نام ہے جس میں  
 امرار اور علماء و مسلمانوں کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ کچھ جہانگیر کی پرائی  
 مجلس کے خطوط ہیں جن میں عقائد حقہ کو پیش کیا گیا ہے اور  
 کو اس کی ذمہ داریوں کا اس سے دلایا گیا ہے۔ ایک مکتوب ایک  
 کے نام ہے جس میں عقائد کی پوری پوری تشریح کی گئی ہے۔ جن  
 یہ مکتوبات شریف معرفت و عقائد اور اعتقادات و اعمال کا  
 خزینہ ہے۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مکتوبات کے اقتباس  
 درج کر دیئے جاویں جن کی روشنی میں سالکانِ راہِ طریقت اپنے  
 و اعمال کا جائزہ لے کر حبادۃ استقامت پر گامزن ہو سکیں

مکتوبات شریف



تر اول مکتوب بنام خان خاناں عبد الرحیم خان

سے طریقہ اخذ کرنے سے منع کرنے اور اس کے نقصان کے بیان میں

کمالات کے ظہور کو قبول کرنے والے بھائی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے

ت سے ظہور میں لائے۔ جان سے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

نوس اس شخص پر ہے۔ جس نے اس میں نہ بویا، اور اپنی استعداد

کو بیکار کرنے دیا۔ اور اپنے اعمال کے بیج کو ضائع کر دیا۔

باننا چاہئے۔ کہ زمین کا ضائع اور بیکار کرنا دو طریق پر ہے۔ ایک

میں کچھ نہ بونے۔ اور دوسرا یہ کہ اس میں ناپاک اور خراب بیج

پہلی قسم کی نسبت دوسری قسم اضماعت میں بہت ضرر اور زیادہ

دکا باعث ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ بیج کا ناپاک اور خراب

اس طرح پر ہے۔ کہ ناقص مالک سے طریقہ اخذ کریں۔ اور اس کی

میں۔ کیوں کہ وہ حرص و ہوا کے تابع ہوتا ہے۔ حرص و ہوا والے

تاثیر نہیں ہوتی۔ اگر بالفرض تاثیر ہو بھی۔ تو اس کی حرص کو ہی زیادہ

کی۔ پس اس سے سیاہی پر سیاہی بٹھے گی۔ ناقص چونکہ خود

نہیں ہے۔ خدا کی طرف پہنچانے والے اور نہ پہنچانے والے

راستوں کے درمیان تمیز حاصل ہے۔ اسی طرح طالبوں کی مختلف  
 کے درمیان فرق نہیں جانتا۔ جب اُس نے طریق جذبہ اور سلوک  
 تمیز نہ کی۔ تو بسا اوقات طالب کی استعداد و ابتداء میں طریق  
 مناسب ہوتی ہے۔ اور طریق سلوک سے نامناسب۔

ناقص شیخ نے راستوں اور مختلف استعدادوں کے درمیان تمیز  
 ہونے کے باعث ابتداء میں اُس کو طریق سلوک پر چلایا۔ تو  
 راہ حق سے اُس کو گمراہ کر دیا۔ جیسا کہ وہ خود گمراہ ہے۔ پس  
 شیخ کامل مکمل ایسے طالب کی تربیت کرنا چاہیے۔ اور اُس  
 طریق پر چلانا چاہئے۔ تو اُس کو چاہئے کہ اول اُس سے اُس  
 کرے۔ جو ناقص شیخ سے اُس کو پوچھی ہے۔ اور جبچہ اُس کے  
 سے اُس کا بگاڑ ہوا ہے۔ اُس کی اصلاح و درستی کرے۔  
 کی استعداد کے مطابق اچھا بیج اُس کی استعداد کی زمین  
 پس اس طرح اچھا سبزہ اُگے گا۔

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَدِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ۖ اجْتَسَتْ مِنْ فَوْقِ لَأَرْضٍ  
 مِنْ تَرَارٍ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ ۖ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا  
 رَافِعٌ ۚ كَذَلِكَ نُنشِئُ لِلرَّحِمَةِ كَلِمًا طَيِّبَةً ۚ كَذَلِكَ نُنشِئُ لِلرَّحِمَةِ كَلِمًا طَيِّبَةً ۚ  
 (ناپاک کلمہ کی مثال ناپاک درخت کی طرح ہے جس کی جڑ زمین  
 ہے۔ اور اس کو کوئی قرار نہیں ہے۔ اور پاک کلمہ کی مثال پاک



ہئے۔ اُس کی اصل یعنی جڑ ثابت ہے۔ اور اُس کی شاخ آسمان میں ہے۔  
 پس شیخ کامل کمل کی صحبت سرخ گندھک یعنی کہیہا ہے۔ اُس کی  
 راس کی بات شفا ہے۔ وَجِدُ وَفِيهَا خَرْطُ الْقِتَادِ  
 اور اُس کے سوا بے فائدہ رنج و تکلیف ہے۔  
 ہیم کو اور تم کو شریعت مُصطَفٰی کے سیدھے راستے پر ثابت قدم  
 رہیں کہ یہی مقصود ہے۔ اور اسی پر سعادت اور نجات کا مدار ہے  
 لیا اچھا کہا ہے۔  
 بی کا بروئے ہر دوسراست کسے کو خاک و درش نسبت خاک بر سر او

## ۲۵ خزاں مکتوبت بیدیں بنام خواجہ جہاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ اور خلفاء راشدین  
 مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ کی متابعت و رعیت کے پیغام میں  
 اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو سلامت رکھے۔ آپ کے سینے کو انشراح کے  
 نفس کو پاک کرے۔ اور آپ کے بدن کے چہرے کو نرم کرے معلوم  
 صحیح سرخنی اور اخنی کے تمام کمالات حضرت سید المرسلین صلی اللہ

علیہ وسلم کی تابعداری پر وابستہ ہیں پس آپ کو چاہئے کہ نبی صلی  
 وسلم کی اطاعت اور ان کے خلفائے راشدین ہادین و ہمہدین  
 کو لازم پکڑیں۔ کیوں کہ وہ ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب  
 ہیں جس شخص کو ان کی تابعداری کا شرف حاصل ہوا۔ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا  
 ز پس اس نے بہت بڑی کامیابی کو حاصل کر لیا۔  
 اور جو ان کی مخالفت پر پیدا ہوا۔ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مَبْعُودًا  
 سخت گمراہ ہو گیا۔

## دفتراول مکتوبت بنام خان عظمیٰ

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف اور افضلیت صحیح

حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس سرہم کا طریقہ "اندرارج" در بدایت  
 پر مبنی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے  
 انتہا کو ابتدا میں درج کر دیا ہے۔ اور یہ بعینہ اصحاب کرام رضوان  
 علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ کسوں کہ یہ زرگوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے۔ کہ امت کے اس  
 نہایت الہنایت میں بھی اس کمال سے نموداراً صاحب مشکل

ہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل وحشیؓ جو  
اسلام میں ایک ہی مرتبہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم  
ت سے مشرف ہوا۔ اسی قرنیؓ سے جو خیر القالین ہیں افضل  
نچھ وحشیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی صحبت میں حاصل  
پس قرنیؓ کو وہ خصوصیت انتہا میں بھی میسر نہ ہوئی۔ اسی واسطے  
مالوں میں سے بہتر زمانہ اصحاب کا ہے۔ اور ثلثہ کے لفظ نے  
کو پیچھے ڈال دیا۔ اور درجے کے بعد کی طرف اشارہ کیا۔

ایک شخص نے عبد اللہ بن مبارک قدس سرہ سے پوچھا کہ معاویہؓ  
ہے یا عمر بن عبدالعزیزؓ تو اس نے جواب دیا کہ وہ غبارِ حورِ رسول اللہ  
رضیہ وسلم کے ساتھ معاویہؓ کے گھر سے کے ناک میں داخل ہوا۔ وہ

عبدالعزیز سے کئی درجہ بہتر ہے۔ مگر جو سے جو اس طرح معاویہؓ کو سزا دینا چاہتے ہیں

بس ناچار ان حضرات کا سلسلہ سلسلہ الذہب ہے۔ اور اس

عید کی فضیلت دوسرے طریقوں پر ایسی ہے جیسے زمانہ اصحاب

ہت اوروں کے زمانہ پر جن لوگوں کو کمال فضل سے ابتداء ہی میں

پلہ سے پانی کا گھونٹ پلاویں۔ ان کے سوا دوسروں کو ان کے کمالات

وقت پر اطلاع پانا مشکل ہے۔ ان کا نہایت دوسروں کے نہایت

جو کر ہوگا۔ ع قیاس کن ز گستان من بہار مرا

عج سائے کہ گوست از بہارش پیداست

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

حضرت خواجہ رفیع بن بدیع قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم

سالک کو پہلے عقائد درست کرنا چاہئیں۔ بعد فقہ کے ضرور  
جاننے چاہئیں۔

دفعہ اول مکسوپ بنام مرزا بدیع الزماں

دونوں جہان کی سعادت کا نقد سید کوئین صلعم کی

پروا سنت ایسے طریق پر کہ علمائے اہل سنت و الجماعت  
اول اپنے عقیدوں کو ان بزرگواروں کے عقاید کے موافق

کرنا چاہئے۔ اور پھر علم حلال و حرام، فرض و واجب، سنت و

مباح و مشتبہ حاصل کرنا چاہئے۔ اور اس کے مطابق عمل کرنا

ہے۔ ان دو بازوؤں اعتقادی اور عملی کے حاصل ہو جانے

اگر سعادت ازل بدو فرمائے۔ تو عالم قدس کی طرف پرواز کرنا

ہو جاتا ہے۔ وَبَدُّوْهَا خُرُطُ الْقِتَادِ وَرَنَدُ بَيْتِ فَسَادِهِ

دنیا کہنی اس لائق نہیں ہے۔ کہ اس کو اصل مطلب سے

بر اس کے مال و حباہ کے حاصل ہونے کو اصل مقصود و خیال  
 بدعت ہونا چاہئے۔ اور حق تعالیٰ سے پوسیلہ یا بے وسیلہ  
 ب کرنا چاہئے۔

کار این است باقی ہمہ سچ

بحسب آپ نے توجہ کی اور ہمت کی طلب کی ہے۔ آپ کو بہادت  
 و غم واپس جائیں گے لیکن ایک شرط کو مد نظر رکھیں، اور وہ  
 اپنی توجہ کا قبلہ ایک بنائیں، توجہ کے قبلہ کا متعدد بنانا اپنے  
 رقم میں ڈالنا ہے۔ مثل مشہور ہے۔

ما است ہمہ حاست و ہر کہ ہمہ حاست سچ حانیت  
 بلکہ ہے وہ سب بلکہ ہے اور جو سب بلکہ ہے وہ کسی بلکہ نہیں ہے  
 ل شریعت مصطفوی علی صاحبہا و الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے  
 بننے کی استقامت بخشنے۔

دفتر اول مکتوبت بنام قلیح حسان

ورع و تقویٰ والبتہ فی فضل مباحات اجتناب و رکی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَنْ نَهَاكُمْ

عَنْهُ فَاذْكُرُوا ( ہمارا رسول جو چیز تمہارے پاس ہے اُسے اور  
 اور جس چیز سے منع کرے اُس سے ہٹ جاؤ ) نجات کا مدار  
 پر ہے۔ اوامر کا بجالانا۔ اور ناپی سے رکت جانا۔ ان دونوں  
 سے بزرگ تر جزو اخیر ہے۔ جس کو ورع تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے  
 ذِكْرُ رَجُلٍ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعِبَادَتِهِ وَاجْتِهَادِهِ  
 أَخَذَ بِرِغَةٍ نَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْدِلْ بِالْوَرَعِ  
 یعنی الورع۔ ( رسول اللہ صلی اللہ کے پاس ایک شخص کا ذکر  
 اور اجتہاد سے کیا گیا تھا۔ اور دوسرے شخص کا ذکر ورع کے  
 نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ورع یعنی پرہیزگاری کے  
 چیز نہیں ہے ) اور نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ( اور  
 الورع۔ ) تمہارے دین کا مقصود پرہیزگاری ہے ) انسان کے  
 فرشتوں پر اسی جزو سے ثابت ہے۔ اور قرب کے درجوں پر  
 اسی جزو سے ثابت ہوتی ہے۔ کیوں کہ نیکی کے جزو میں فرشتے  
 لیکن ترقی ان میں مفقود ہے۔ پس ورع و تقویٰ کی جزو کا  
 اسلام کے اصل مقصودوں اور بڑی ضروریات میں سے ہے۔  
 یہ جزو کہ جس کا مدار محرمات سے بچنے پر ہے۔ کامل طور پر  
 حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ فضول مباحات سے پرہیز کی جائے۔



رت مباحات پر کفایت کی جائے، کیوں کہ مباحات کے اختیار کرنے  
 باگ کا ڈھیلا چھوڑنا مشتبہ امور تک پہنچا دیتا ہے۔ اور مشتبہ حرام  
 نزدیک ہے، مَنْ حَامٍ حَوْلِ الْحَبِي لِيُشَكَّ أَنْ يَقَعَ فِيهِ (جو شخص  
 گاہ کے قریب پھرا، قریب ہے کہ وہ اُس میں جا پڑے۔)

یہ کمال تقویٰ کے حاصل ہونے کے لیے بقدر ضرورت مباحات پر  
 یقین کرنا ضروری ہے، اور وہ بھی اس شرط پر کہ اس میں وظایف بندگی  
 ادا کرنے کی نیت ہو۔ ورنہ اس قدر بھی وبال ہے۔ اُس کا قلیل بھی  
 رکا حکم رکھتا ہے، اور جب فضول مباحات سے پورے طور پر بچنا  
 م اوقات میں خاص کر اُس وقت میں بہت ہی دشوار ہے۔ اس  
 رات سے بچ کر حتی المقدور فضول مباحات کے اختیار کرنے کا دائرہ  
 بہت تنگ کرنا چاہیے۔ اور اس ارتکاب میں ہمیشہ شیمان ہونا  
 چاہیے، توبہ اور بخشش طلب کرنا چاہیے۔ اور اُس کو محرمات میں داخل  
 کرنے کا دروازہ جان کر ہمیشہ حق تعالیٰ کی جناب میں التجا اور گریہ و زاری  
 لانا چاہیے۔ شاید ندامت و استغفار، التجا و تضرع فضول مباحات  
 سے بچنے کا کام کر جائے۔ اور اس کی آفت سے محفوظ کر دے۔  
 ایک بزرگ نے فرمایا ہے، اِنْكَسَادُ الْعَاصِيْنَ اَحَبُّ مِنْ صَوْلَةِ الْمُطِيعِيْنَ  
 گناہ گاروں کی عاجزی فرماں برداروں کے بدبہ سے بہتر ہے۔

محرّمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے۔ ایک وہ قسم جو اللہ کے حقوق سے  
 تعلق رکھتی ہے۔ دوسری وہ جو بندوں کے حقوق سے مستحق ہے۔ دوسری  
 قسم کی رعایت نہایت ضروری ہے۔ حق تعالیٰ عنی مطلق اور بڑا رحم کرنے  
 والا ہے۔ بندے، فقیر اور محتاج اور بالذات بخشیل اور کثیر  
 ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص پر اس سے  
 بھائی کا مال یا اور کسی قسم کا حق ہے تو اس کو چاہیے کہ آج ہی اسے  
 معاف کر لے۔ قبل اس کے کہ اس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں۔  
 اس کا کوئی نیک عمل ہوگا۔ تو اس کے ظلم کے موافق لے کر صاحب  
 کو دیا جائے گا۔ اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی، تو صاحب حق کی برائی  
 اس کی برائیوں پر زیادہ کی جائیں گی۔

یزنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو  
 مفلس کون ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک مفلس  
 وہ ہے جس کے پاس درہم و اسباب وغیرہ کچھ نہ ہو۔  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے مفلس  
 شخص ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ زکوٰۃ سب کچھ لے  
 آئے۔ مگر ساتھ ہی اس نے کسی کو لگالی دی ہو۔ اور کسی کو مارا ہو۔

پر تہمت لگائی ہو۔ کسی کا مال کھایا ہو۔ کسی کا خون گرایا ہو۔ تو  
 ہاکی نیکیوں میں سے ہر ایک حقدار کو اس کے حق کے برابر نیکیاں  
 جائیں گی۔ اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کے برابر ہوئیں تو ان  
 دوزخوں کے گناہ سے اس کی برائیوں میں شامل کیے جائیں گے۔  
 اس کو دوزخ میں ڈالا جاوے گا۔

## دفعہ اول مکتوب بنام حکیم عبدالوہاب

ریٹوں کے پاس خالی ہو کر جائے تاکہ ہیرا ہو اور واپس آئے  
 دو دفعہ آپ قدم ریچھ کر کے آئے۔ اور جلدی اٹھا کر چلے گئے۔ اس  
 درخست بھی نہ ملی کہ سمیت کے بعض حقوق ادا کیے جاتے۔ ملاقات  
 مقصد افادہ یا استفادہ ہے۔ اور جب مجلس ان دونوں سے خالی  
 ہو تو وہ کسی گنتی میں نہیں ہے۔

اس گروہ کے پاس خالی ہو کر آنا چاہئے۔ تاکہ ہیرے ہوئے واپس  
 آئیں۔ اپنی مفلسی کو ظاہر کرنا چاہئے۔ تاکہ ان کو شفقت آئے۔ اور استفادہ  
 راستہ کھل جائے۔ میر سو کر آنا اور سیری چلے جانا کچھ ہزا نہیں دیتا۔ امتلا  
 پرشکی کا پھل سوائے بیماری کے کچھ نہیں۔ اور استغنا سے سوائے

سرکشی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ اول خسۃ دل کی  
نیاز پھر شکستہ دل کی توجہ پس توجہ کے لئے عجز و نیاز شرط ہے  
ان سعادتمندانہ جو کچھ ہم پر اور آپ لازم ہے، وہ یہ ہے  
اول اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے موافق درست کریں جس  
کہ علمائے حق نے ان عقائد کو کتاب و سنت سے سمجھائے، اور  
سے اخذ کیا ہے، کیوں کہ ہمارا اور آپ کا سمجھنا اگر ان بزرگوں  
فہم کے موافق نہیں ہے، تو وہ اعتبار سے ساقط ہے، کیوں کہ ہمارے  
اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت سے ہی سمجھتا ہے، اور  
سے اخذ کرتا ہے، حالانکہ ان سے کسی چیز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا  
احکام شرعی از قسم حلال و حرام فرض و واجب کا علم حاصل کرنا  
تیسرے اس علم کے موافق عمل کرنا ہے، اور چوتھے تصفیہ و تزکیہ  
جو صوفیائے کرام قدس سرہم سے مخصوص ہے، جب تک عقائد درست  
نہ کریں، احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا، اور جب تک  
دولوں مستحق نہ ہوں، عمل نفع نہیں دیتا، اور جب یہ تینوں حاصل  
نہ ہوں، تصفیہ و تزکیہ کا حاصل ہونا محال ہے، ان چاروں اول  
کے مہمات اور ممکنات کے بعد جو کچھ ہے، سب فضول ہے۔

الاعینی میں داخل ہے۔  
 بِحُسْنِ اسْلَامٍ الْمَرْكُورِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْزُبُهُ اِسْتِغَالَةٌ بِمَا يَعْزُبُهُ  
 بنی و یہودہ بات کو ترک اور فائدہ مند بات میں مشغول ہونا  
 ان کے حسن اسلام کی علامت ہے۔

## دتر اول مکتوب بنام تسلیم اللہ

نرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے بارے میں  
 میرے فرزند عزیز کا مکتوب مرعوب جواز روئے محبت و اخلاص  
 لکھا تھا۔ میرا سید خواجہ نے پونچھ پایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ حق تعالیٰ  
 نے نبی اور ان کی آل پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنی مرضیات کی  
 بق نصیب کرے۔

اے فرزند! جو بات کل قیامت کے دن کام آئے گی۔ وہ صاحب  
 بیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے۔ احوال و مواجید اور علوم  
 لغات۔ اشارات و رموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں۔ تو  
 مزید قیمت۔ ورنہ سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں۔  
 سید الطائفہ حضرت جنید رحمت اللہ علیہ کو انتقال کے بعد کسی نے

خواب میں دیکھا۔ اُن کا حال پوچھا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ  
 عبارتیں اڑ گئیں۔ سب اشارات فنا ہو گئے۔ ہم کو درگت کے  
 جورات کے درمیان پڑھا کرتے تھے کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔  
 پس آپ کو لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 اور اُن کے خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی متابعت  
 پر ثابت قدم رہیں۔ اور قول و فعل میں شریعت کی مخالفت سے  
 کیوں کہ متابعت میں برکت اور مخالفت میں بدبختی اور  
 ہے۔

دوسرے وہ رسالہ جو آپ نے بھیجا تھا۔ پونجا۔ بعض بعض  
 سے پڑھا گیا۔ نظر میں پسند آیا۔ لیکن تصنیف سے زیادہ ضرور  
 لادریش ہے۔ اس میں مشغول ہونا نہایت ہی بہتر اور مناسب  
 ہے۔

اسی طرح مکتوب نمبر ۲۶۶ اپنے مخدوم زادگان خواجہ  
 و خواجہ عبید اللہ کو تحریر فرمایا ہے۔ جس میں عقائد اہل سنت والجماعت  
 سے مکمل بحث کی گئی ہے۔ جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور مشغول  
 ہدایت کا کام دیتا ہے۔ بوجہ طوالت اس کو چھوڑ دیا گیا ہے۔



## ۲۹ فردم مکتوب بنام شیخ عبدالحمق محدث دہلوی

جہان کا بہتر اسباب حزن و اندوہ ہے۔ اور اس  
 ترخوان کی خوشگوار نعمت لحم و مصیبت ہے  
 میرے مخدوم کرم درد و مصائب اگرچہ انسان کی طاقت سے  
 لکھیں۔ لیکن ان پر بڑی کرامت اور مہربانی کی امید ہے۔ اس جہان  
 ہر اسباب حزن و اندوہ ہے۔ اور اس دسترخوان کی خوشگوار نعمت  
 مصیبت ہے۔ ان شکر پاروں پر داروئے تلخ کا رقیق غلاف  
 عایا ہوا ہے۔ اور اس حیلہ سے ابتلا و آزمائش کا راستہ  
 دلائے۔ سعادت مند لوگ۔ ان کی شیرینی پر نظر کر کے تلخی کو شکر  
 چچا جاتے ہیں۔ اور کڑواہٹ کو صفراء کے برعکس شیریں معلوم  
 کرتے ہیں۔ کیوں شیریں معلوم نہ کریں۔ جب کہ محبوب کے افعال سب  
 ہی ہوتے ہیں۔ علتی اور ہمیں۔ شاید ان کو کڑوا معلوم کرے تو کرے  
 ماسوا میں گرفتار ہے۔ مگر دولت مند محبوب کے ایلام و درج میں  
 لذت پاتے ہیں۔ جو اس کے انعام میں ہرگز تصور نہیں۔  
 ہر دونوں محبوب کی طرف سے ہیں۔ لیکن ایلام میں محبت کے نفس

کا دخل نہیں ہوتا اور العام میں اپنے نفس کی مراد پر قیام ہوتا ہے  
 هُنِيئًا لِلْأَرْيَابِ النَّعِيمِ نَعِيمَهَا . وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِينِ مَا يَتَّبِعُ  
 مبارک منعموں کو اپنی دولت . مبارک عاشقوں کو درد و کفایت  
 اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُمْ وَلَا تَفِدْنَا بَعْدَهُمْ  
 اے اللہ تو ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ رکھو اور ان کے ہم کو فتنہ میں نہ  
 اس غزبت اسلام کے زمانہ میں آپ کا وجود شریف اہل اسلام  
 نے غنیمت بنے۔

درتسوم مکتوب بنام والدہ میر محمد امین

## پند و نصائح

(۱) اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ میں یعنی اہل سنت والجماعت  
 عقائد کے مطابق درست کریں۔

(۲) عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام کے مطابق عمل بجالائیں

کیوں کہ جس چیز کا امر ہو چکا ہے۔ اس کا بجالانا ضروری ہے  
 جس چیز سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے ہٹ جانا لازمی ہے

(۳) پنج وقتی نماز کو سستی اور کاہلی کے بغیر شرائط اور تعدیل کے

کے ساتھ ادا کریں

نصاب کے حاصل ہونے پر زکوٰۃ ادا کریں۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کے زیور میں بھی زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض فرمایا ہے۔ اپنی اوقات کو کھیل کود میں صرف نہ کریں۔ اور قیمتی علم کو بہبودہ امور میں ضائع نہ کریں۔ پھر امور منہیہ اور مخطورات شریعہ کے بارے میں کیا تاکید کی جائے۔

سرود و نغمہ یعنی گانے بجانے کی خواہش نہ کریں۔ اور اس کی لذت پر فریفتہ نہ ہوں۔ یہ ایک قسم کا زہر ہے۔ جو شہد میں ملاحضہ ہے۔ اور سم قاتل ہے۔ جو شکر سے آلودہ ہے۔ لوگوں کی غیبت اور سخن چینی سے اپنے آپ کو بچائیں شریعت میں ان دونوں بڑی خصلتوں کے حق میں بڑی وعید آئی ہے۔

جہاں تک ہو سکے جھوٹ بولنے اور بہتان لگانے سے پرہیز کریں کیوں کہ یہ دونوں بڑی عادتیں تمام مذاہب میں حرام ہیں۔ اور ان کے کرنے والے پر بڑی وعید آئی ہے۔

خلقت کے عیبوں اور گناہوں کو ڈھانپنا اور ان کے قصوروں سے درگزر کرنا اور معاف کرنا بڑے عالی حوصلہ لوگوں کا کام ہے

(۱۰) غلاموں اور ماتحتوں پر مشفق اور مہربان رہنا چاہئے۔ اور

کے قصوروں پر مواخذہ نہ کرنا چاہئے۔ اور موقعہ بہ موقعہ ان

کو مارنا، پیٹنا، گالی دینا اور ایذا پہنچانا نامناسب ہے۔

(۱۱) اپنی تقصیروں کو نظر کے سامنے رکھنا چاہئے۔ جو ہر ساعت حق

کی پاک بارگاہ کی نسبت وقوع میں آرہی ہیں۔ اور حق تعالیٰ

ان کے مواخذے میں جلدی نہیں کرتا۔ اور روزی کو ہنس

روکتا۔

(۱۲) عقائد کے درست کرنے اور احکام فقہیہ کے بجالانے کے

اپنی اوقات کو ذکر الہی میں بسر کریں۔ اور جس طرح ذکر کا طر

سیکھا ہوا ہے۔ اسی طرح عمل میں لائیں۔ اور جو کچھ اُس

ممانی ہو۔ اُس کو اپنا دشمن جان کر اُس سے اجتناب کریں۔

سے ہرچہ جسز ذکر خدا احسن است

گر شکر خوردن بود جاں کندن است

اُپ کو سامنے بھی کئی دفعہ ہی کہا گیا ہے۔ کہ امور شریعہ میں جس قدر

کی جائے۔ اسی قدر مشغولی اور مراقبہ میں زیادت ہوتی ہے۔

کہ احکام شریعہ میں سستی کی جائے۔ تو مشغولی اور مراقبہ کی لذت و

برباد ہو جاتی ہے۔ اور اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

# مکتوب بنام حضرت محمد معصوم کمال

بعض پوشیدہ اسرار کے بارے میں

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَّمَ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ الصُّلَّةُ

لی کی حمد ہے۔ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام  
میں سمجھتا ہوں۔ کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت  
علم ولایت ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ میں رنگی جائے  
ولایت کا حسن ملاحظت اس ولایت کے جمال صباحت کے  
مل جاوے۔ حدیث میں آیا ہے کہ (أَخِي يُوسُفُ أَصْبَحُ وَأَنَا  
(میرا بھائی یوسف صبح تھا اور میں طلح ہوں) اس انصباح اور  
ع سے محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ بلند تک پہنچ جائے۔

ملت ابراہیمی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کے امر  
ہیٰنا اسی دولت عظمیٰ کا حاصل ہونا مقصود ہوگا۔ اور حضرت ابراہیم  
سلام کے صلوات و برکات سے مسوات و برکات کا طلب کرنا  
ہن کے لیے ہوگا۔ صباحت و ملاحظت دونوں حق تعالیٰ کے اس  
ذاتی کاپتہ دیتی ہیں جس میں صفات کی تلاوت ہوتی ہے۔

لیکن صفات و افعال و آثار کا حسن سب حسن صباحت سے  
ہے جو بڑی برکت والا ہے۔ حسن طاحت حضرت اجمال سے  
مناسبت رکھتا ہے۔ گویا طاحت دائرہ حسن کا مرکز ہے۔ اور  
اس مرکز کا دائرہ۔

حضرت ذات تعالیٰ میں جس طرح بساطت ہے۔ وسعت  
لیکن وہ بساطت و وسعت نہیں جو ہمارے فہم میں آسکے۔ اور  
اجمال و تفصیل جو ہمارے ادراک میں آئے۔

لَا تَدْرِكُ الْبَصَارُ وَهُوَ يَدْرِكُ الْإِبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ  
(آنکھیں اس کو نہیں پاسکتیں لیکن وہ آنکھوں کو پاسکتا ہے۔ اور  
باریک میں اور باخبر سے) بساطت و وسعت جو حق تعالیٰ کی فہم  
میں ثابت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ نیز یہ کہ ایک  
کامین ہیں۔ جیسے کہ بعض نے گمان کیا ہے۔ لیکن وہ تیز جو اس  
میں ان کے درمیان ثابت ہے۔ ہمارے ادراک احاطہ اور ہم  
فہم کے دائرہ سے باہر ہے۔ پس صباحت و طاحت بھی ایک دوسرے  
سے جدا ہیں۔ اور ہر ایک کے احکام الگ الگ ہیں۔ اور وہ کمال  
ان کے ہیں۔ وہ بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ  
پیدائش سے جو مقصود سمجھتا تھا۔ وہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور ہر



بول برکتی، الحمد لله الذي جعلني صلة بين الجبرين ومصلحة  
 بين اهل الحمد على كل حال والصلاة والسلام على خير الانام  
 خواصه الكرام من الانبياء والملئكة العظام. (الله تعالى  
 ل میں کمال حمد ہے، جس نے مجھ کو دریاؤں کے ملاپ والا اور رو  
 کے درمیان اصلاح کرنے والا بنایا، اور حضرت خیر الانام اور  
 بھائیوں یعنی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ملائکہ عظام پر صلوٰۃ  
 م ہو) چونکہ صباحت نے بھی ملاحظت کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔  
 یہ غلت ابراہیمی کے مقام میں بھی وسعت پیدا کی ہے، اور محیط  
 کا حکم حاصل کر لیا ہے۔

جاننا چاہئے، کہ مقام محبت مرتبہ ملاحظت سے مناسبت رکھتا  
 اور مقام غلت مرتبہ صباحت کے مناسبت ہے۔ مقام محبت  
 بیت صرف حضرت فاطمہ الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے نصیب  
 اور محبت فاطمہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ  
 ہے۔ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یاری و ندیمی کی  
 رکھتے ہیں، محبت و محبوب اور ہے، اور یار و ندیم اور ہر ایک  
 ت الگ الگ ہے۔

یہ فقیر چوں کہ ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ولایت موسویہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تربیت یافتہ ہے۔ اس لئے وطن و سکون  
 ملاحظت میں رکھنا ہے۔ لیکن ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 کے غلبہ کے باعث محبوبیت کی نسبت غالب ہے۔ اور محبت  
 مغلوب دستور۔

اے فرزند! باوجود اس معاملہ کے جو میری پیدائش سے  
 تھا۔ ایک اور کارخانہ عظیم میرے حوالے فرمایا ہے۔ مجھے پیری  
 کے واسطے نہیں لائے۔ اور نہ ہی میری پیدائش سے خلق کی تکلیف  
 ارشاد مقصود ہے۔ بلکہ معاملہ دیگر اور کارخانہ دیگر مطلوب ہے۔ اس  
 میں جس کو مناسبت ہوگی۔ وہ فیض پالے گا۔ ورنہ نہیں۔ معاملہ  
 و ارشاد اس کارخانہ کے مقابلہ میں راستے میں پھینکی ہوئی چیز کی  
 انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کو ان کے باطنی معاملات  
 ہی نسبت تھی۔ اگرچہ منصب نبوت مہم ہو چکا ہے۔ لیکن نبوت  
 کمالات اور خصوصیتوں سے تبعیت اور وراثت کے طور پر  
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابع داروں کو حصہ حاصل  
 ہے۔ والسلام۔

مکتوب نام خواجہ محمد ہاشم شکرانی برہان پوری

وال کے جواب میں جو اسی دفتر کے چھ مکتوب کا عمل طلب کیا گیا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

آپ نے پوچھا تھا، کہ اس عبارت کے کیا معنی ہیں جو چھ مکتوب  
واقع ہئے، کہ میں خیال کرتا ہوں، کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے،  
ایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ولایت ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
میں رنگی جائے، اور ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن تلاحت  
یت ابراہیمی کے جمال صباحت کے ساتھ مل جائے، اور اس انصباغ  
مزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ بلند تک پہنچ جائے،  
آپ کو واضح ہو کہ دلائی و مشاطگی کا منصب کسی طرح ممنوع اور  
مرد نہیں ہے، دلالہ جو اپنی دلالت کی خوبی سے دو صاحب جمال  
محبوب کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا دے، اور ایک کے حسن کو دوسرے  
کے ساتھ غلط ملط کر دے، تو یہ اس کی کمال خدمت گاری ہے، اور اس  
ہاں کی اپنی شرافت و سعادت ہے، ان دونوں صاحب جمال کی  
میں کسی قسم کا نقص و قصور لازم نہیں آتا، اسی طرح اگر مشاطگی

کر کے ان دونوں صاحبِ کمال کے حُسنِ جمال کو رُحاً دے اور  
طاہرت و زینت پیدا کر دے، تو اس کی شرافت و سعادت ہے۔  
کسی قسم کا نقص و قصور لازم نہیں آتا۔

۴۔ ازاں طرف نہ پذیرد کمال تو نقصان  
وزیں طرف شرف روزگار من باشد!

غرض وہ انتفاع و استفادہ جو صاحبِ دولتوں کو غلاموں اور  
کی جہد سے میسر ہوتا ہے، کوئی ممنوع و محذور نہیں ہے۔ اور نہ ہی  
میں ان کا کسی قسم کا قصور و نقصان ہے، بلکہ صاحبِ دولتوں  
غلاموں اور خادموں کی خدمت ہی میں ہے۔ وہ شخص بہت ہی  
نصیب ہے، جو اپنے خادموں سے فائدہ اور نقصان حاصل  
کے۔ ہاں! ہم مرتبہ شخصوں سے نفع اور فائدہ طلب کرنا نقصان  
موجب ہے، اور ہمہ سروس سے استمداد اور استفادہ حاصل  
سراسر قصور ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ  
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (رسول اللہ تجھے اللہ تعالیٰ اور تابعدار مومن کافی  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے، کہ اس آیت  
کے نزول ہونے کا سبب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام

بدیہی اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ اور کم درجہ والے لوگوں کی خدمت سے  
 اور اعلیٰ درجے کے لوگوں کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور کوئی شخص  
 اہم اور بدیہی امر کو معلوم نہ کر سکے تو عبارت کا کیا قصور ہے۔ بادشاہ  
 اپنے شان و شوکت اور سلطنت میں خادموں اور لوگوں چاکروں  
 ناچ ہیں۔ اور اپنے کمال کو اپنے پر موقوف جانتے ہیں۔ اور اس  
 سے کوئی قصور و نقصان ان کے مرتبے میں نہیں آتا۔ چنانچہ ہر ایک  
 اور اعلیٰ اس امر کو جانتا ہے۔ اس اشتباہ کا باعث یہ ہے کہ  
 متفارع اور تمتع کے ز جو ادنیٰ کی طرف سے آتا ہے) اور اس  
 ع اور تمتع کے (جو اعلیٰ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے) درمیان  
 فرق نہیں کر سکتے۔ اور جب ظاہر ہو چکا کہ اول سے کمال  
 تا ہے۔ اور دوسرے سے نقصان پیدا ہوتا ہے تو اول  
 ہوگا۔ اور دوسرا منوع۔ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَہُ الْمَلِیْئَۃُ الْاَلْوَابِ  
 (اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے)

ربنا اتنا من لدنک رحمۃ دھی لنا من امرنا رشدا  
 تم تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت فرما۔ اور ہمارے کاموں سے ہدایت  
 نصیب کر۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی (سلام ہو اس  
 شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی)

دوسروں کے مکتوبات نام تاضی اسمعیل فریدی کی

شیخ بقلی قدس سرہ کے کلام کی شرح اور توحید و وجود

بعض دقائق کے بیان میں

شیخ بقلی قدس سرہ نے متصوف کی غلطیوں کے تعین میں  
ہئے۔ کہ دوسری غلطی یہ ہے کہ ہمہ اوست کہتے ہیں۔ اور ان تر  
مفرقہ اور عارضہ جزئیات سے ایک ہی ذات چاہتے ہیں۔ اور  
ساتھ ایک دوسرے کو کہتے ہیں۔ کہ ہم خود وہی ہیں۔ پس ان کا فرو  
سینکڑوں خدا ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ محدثات کے جمع اور تفرقہ  
ہئے۔ وہ واحد ہے۔ جس کی طرف جزو کو راستہ نہیں۔ وہ طول  
نہیں کرتا۔ متلون نہیں ہوتا۔ یہ لوگ اس بات سے کافر ہیں۔ نہ  
آپ کو جانتے ہیں۔ نہ خدا کو۔ اگر ان میں سے کوئی حق ہوتا۔ تو  
بعض لوگوں نے رُوح میں غلطی کھائی ہے۔ اور انہوں نے جس  
بارہ میں قَاتِلُهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَعَالٰی ان کو ہلاک  
انتہی یہاں تک شیخ بقلی قدس سرہ کا مقولہ ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ عبارت "ہمہ اوست" اگرچہ متقدم



ہر دم میں متعارف نہ تھی۔ لیکن "انا الحق" اور "سُبْحَانِي" اور "لَيْسَ  
 نِي سِوَاكَ" وغیرہ وغیرہ کی مانند بہت باتیں سرزد ہوئی ہیں۔ اس کلمے  
 اموں کا مطلب غالباً ایک ہی ہے۔

ع۔ اب چو از سرگذشت چہ یک نیزہ چہ یک دست  
 متاخرین صوفیہ میں بھی یہ عبارت شائع اور عام ہے، اور تکلیف  
 ساتھ ہمہ اوست کہتے ہیں۔ اور اس قول پر اصرار کرتے ہیں۔ ان میں  
 بہت ہی کم لوگ ہیں۔ جو اس قسم کی عبارتوں میں تردد رکھتے ہیں۔  
 انکار ظاہر کرتے ہیں۔ جو کچھ اس فقیر نے ان کے اطلاقات سے ہمہ اوست  
 معنی سمجھے ہیں۔ یہ ہیں۔ کہ تمام متفرقہ حادثہ جزئیات ایک ہی ذات  
 کا ظہور ہیں۔ جس طرح کہ زید کی صورت بے شمار اور متعدد آئینوں  
 منعکس ہو جائے اور وہاں ظہور پیدا کر لے۔ اور ہمہ اوست کہ وہیں  
 یہ تمام صورتیں جنھوں نے بے شمار آئینوں میں نمود و ظہور پیدا کیا ہے  
 ایک ایک ذات کا ظہور ہیں۔ یہاں کون سی جزئیت اور اتحاد ہے۔  
 ان سائلوں و تلون ہے۔ زید کی ذات باوجود ان تمام صورتوں  
 اپنی صرافت اور اصلی حالت پر یہی ہے۔ ان صورتوں نے اس میں  
 زیادہ کیا ہے۔ نہ کچھ کم۔ بلکہ جہاں زید کی ذات ہے وہیں ان  
 کا نام و نشان تک بھی نہیں۔ تاکہ اس کے ساتھ جزئیت اور

اتحاد اور ملول و سریان کی نسبت پیدا کریں۔ اگلے دن کماکان کا  
 بلکہ ڈھونڈنا چاہئے۔ کیوں کہ جس مرتبہ میں حق تعالیٰ ہے، وہاں جس  
 ظہور سے پہلے عالم کی گنجائش نہ تھی، ظہور کے بعد بھی وہاں اس  
 کوئی گنجائش نہیں۔ فلا جہدم یكون الا ان کماکان (پس وہ  
 اب بھی ویسا ہی ہے، جیسا کہ تھا) عجب معاملہ ہے کہ متقدمین صوفیہ  
 سے بہت سے بزرگوار اس توحید امیر عبارت سے ملول و اتحاد  
 اور اس عبارت کے کہنے والوں کو کافر اور گمراہ کہتے ہیں۔ ان میں سے  
 اس قسم کی عبارتوں کی توجیہ کرتے ہیں، کہ کہنے والوں کے مذاق سے اس  
 کچھ نسبت و مناسبت نہیں ہوتی، صاحب عوارف فرماتا ہے کہ  
 کا انا الحق اور بایزید کا سُبْحَانِیٰ کہنا حق تعالیٰ کی طرف سے  
 کے طور پر تھا، اور اگر حکایت کے طریق پر نہ ہو، بلکہ ملول و اتحاد کی  
 درمیان ہو، تو پھر ہم ان اقوال کے کہنے والوں کو رد کرتے ہیں، جس  
 کہ نصاریٰ کو رد کرتے ہیں، جو ملول و اتحاد کے قائل ہیں، حالانکہ تحقیق  
 سابق سے واضح ہو چکا ہے، کہ اس قسم کی شطحیہ عبارتوں میں کوئی  
 و اتحاد نہیں ہے، اگر عمل ہے، تو باعتبار ظہور کے ہے، نہ کہ باعتبار  
 وجود کے، جیسا کہ انہوں نے سمجھا ہے، اور ملول و اتحاد کی طرف سے  
 ہیں، مانا کہ یہ سلسلہ توحید متقدمین صوفیہ میں صاف اور واضح ہے

نامی سے جو کوئی مغلوب الحال ہو جاتا تھا۔ اس سے اس قسم کے  
 ما توحیدی کلمات سرزد ہو جاتے تھے۔ اور غلبہ سکر کے باعث  
 کے ستر کو نہ پاسکتے تھے۔ اور ان عبارتوں کے ظاہر کو حلوں و  
 لی آمیزش سے پھر نہ سکتے تھے۔ جب شیخ محی الدین بن عربی  
 ہمزہ تک ذوب ہو چکی۔ اُس نے کمال معرفت سے اس مسئلہ  
 نہ کو مشرح کیا۔ اور بابوں اور فصلوں میں تقسیم کر کے صرف و نحو  
 رح جمع کیا۔ باوجود اس امر کے پھر بھی اس طالبہ میں سے بعض  
 س کی مراد کو نہ سمجھ کر اُس کو خطا کی طرف غصوب کیا۔ اور اس  
 ن و علامت کی۔ اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ حق پر ہے۔  
 کے طعنہ لگانے والے دور از صواب ہیں۔ شیخ کی بزرگی اور اس  
 علم کی زیادت اس مسئلہ کی تحقیق سے معلوم کرنی چاہئے۔ اور  
 کی رد و طعن نہ کرنی چاہئے۔ اس مسئلہ پر جوں جوں غور و بحث  
 کی ہے۔ متاخرین کے مختلف فکروں کے ملنے سے واضح اور  
 ن ہو جاتا ہے۔ حلوں و اتحاد کے شبہ سے دور تر ہوتا جاتا ہے۔  
 جو متاخرین نحویوں کے مختلف فکروں کے ملنے سے واضح  
 صاف ہوا ہے۔ سیبویہ و خفیش کے زمانہ میں ہرگز ایسا نہ تھا۔  
 کہ ہر ایک فن اور صنعت کی تکمیل مختلف فکروں کے ملنے

پر موقوف ہے۔ حضرت امام اعظم اور ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
 منذ خلق قرآن میں چھ مہینے تک ایک دوسرے کے  
 بحث کرتے رہے۔ اور رد و بدل فرماتے رہے۔ چھ ماہ کے بعد  
 قرار پائی کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اتنی مدت  
 تک یہ بحث و مباحثہ اسی لئے ہوتا رہا کہ مسئلہ واضح و صاف نہ  
 ہوا تھا۔ اب چونکہ مختلف فکروں کے طے سے واضح ہو چکا ہے۔  
 لئے کہہ سکتے ہیں کہ نزاع کا موجب اگر حروف و کلمات ہیں جو  
 نفسی پر دلالت کرتے ہیں تو بے شک ماوث اور مخلوق میں اور  
 مراد ان کی مدلولات ہیں۔ تو قدیم اور غیر مخلوق ہیں۔ یہ تنقیح مختلف  
 فکروں کے طے کی برکت سے ہے۔ اب ہم اصل بات کو بیان  
 اور کہتے ہیں کہ اس عبارت کے اور معنی بھی نہیں جو ملول و  
 سے بید ہیں یعنی سب نیست ہیں۔ اور حق تعالیٰ ہی موجود  
 نہ یہ کہ یہ سب ہست ہیں۔ اور اُس کے ساتھ متحد ہیں۔

اس قسم کی بات کوئی بے وقوف اور نادان بھی نہیں  
 بزرگوں سے کس طرح متصور ہو سکتی ہے۔ چونکہ غلبہ محبت کے باعث  
 محبوب کے سوا سب کچھ ان بزرگوں کی نظر سے پوشیدہ ہو  
 ہے۔ اور اُس کے سوا کچھ بھی ان کے شہود میں نہیں رہتا۔ اس

دست کہہ دیتے ہیں۔ یعنی یہ سب کچھ جو ثابت دکھائی  
 ہر امر وہم و خیال ہی ہے۔ موجود صرف حق تعالیٰ ہی ہے۔  
 ت میں نہ جڑت و اشیا کی آمیزش ہے۔ نہ علول و تلون کا  
 لیکن یہ فکر اس قسم کی عبادتوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور اس  
 مقصد سے مبرا ہے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ کے مرتبہ تقدس و  
 لائق نہیں۔ یہ اشیا کیا ہیں۔ جو اس کا منظر ہو سکیں  
 در کلام آئینہ در آید او

میں یہ طاقت و مجال کہاں ہے۔ کہ ظہور کے اعتبار سے بھی  
 ہو سکیں۔ اگر منظر بھی ہیں۔ تو اس کے کمالات کے ظلال  
 ہی ظل کے منظر میں سے اور وہ ظل کہ جس کا یہ منظر ہیں۔  
 کے ظلال میں سے وہ ظل ہے۔ جس سے لے کر ذات  
 ہائی ہزار ظلال در میان ہیں۔ آپ نے سنا ہی ہو گا۔ کہ  
 بِنَ اللّٰهِ لِسَبْعِينَ اَلْفِ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرِ وَّظُلْمَةٍ  
 حال کے لئے ستر ہزار نور اور ظلمت کے پردے ہیں۔  
 تعالیٰ کے ظلال میں سے کسی ظل کے منظر کو بے حاشا حق  
 مول کرنا بڑی بے ادبی اور دلبری ہے۔ لیکن چونکہ غلبہ سکر  
 ہے۔ اس لئے اس قدر مذموم نہیں۔ اسی طرح دوسری توجیہ

کے موافق بھی اپنے شہود کو حق تعالیٰ کا عین ماننا اور اس سے اس پر معمول کرنا بے ادبی بلکہ غلاف واقع ہے۔ کیوں کہ وہ حق تعالیٰ ہی حق تعالیٰ کے کمالات کا نطل ہے۔ حق تعالیٰ و راء الوراہ اور الوداء اور الوراہ ہے۔ نیز جو کچھ شہود ہے۔ وہ نفی کے لائق ہے۔ حق تعالیٰ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس میں کہ جو کچھ دیکھا گیا۔ اور سنا گیا۔ اور جانا گیا۔ سب حق تعالیٰ سے۔ کلمہ لای حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے۔ اس سے جو کچھ اس حقیر کے نزدیک ممتاز اور شان تقدیس و تشریح ہے۔ وہ ہمہ از اوست کی عبارت ہے۔ نزل معنی کے لحاظ سے جس پر علماء ظاہر کفایت کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ سب کا صدور اسی سے ہے۔ کیوں کہ یہ خود صادق اور واضح ہے۔ بلکہ اس کے پہلے اور علاقہ اور نسبت بھی ہے۔ جس کی طرف علماء نے نہیں پائی۔ اور صوفیہ اس کی دریافت کرنے سے ممتاز ہوئے۔ وہ اصالت و ظہور کا اتباط اور باہمی رابطہ ہے۔ یعنی اگر حیات وجود ہے۔ تو وجود واجب سے ناشی ہے۔ اور اس کے وجود ہے۔ اور اگر حیات ہے۔ تو وہ بھی اس کی صفت حیات ہے۔ اور اس کی حیات مقدور کا پرتو ہے۔ علم و قدرت



یا قیاس پر ہیں۔ پس صوفیہ کے طور پر عالم حق تعالیٰ سے صادر  
 ہے۔ اور اس کے کمالات کا نکل بھی ہے۔ اور اس کے منزہ کمالات  
 ہی ہے۔ مثلاً۔ وہ وجود جو ممکن کر دیا گیا ہے۔ وہ اُس کا امر  
 جو خود محنت آ رہا ہے۔ اور اُس کو خود بخود استقلال حاصل ہو۔ بلکہ  
 واجب تعالیٰ کے وجود کا نکل و پرتو ہے۔ اسی طرح حیات  
 وغیرہ جو ممکن کرنا چاہئے۔ اس قسم کے امور نہیں ہیں۔ کہ  
 نے صانع تعالیٰ شانہ سے ثبوت و استقلال پیدا کیا ہے۔ بلکہ  
 وجود و صدور حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور یہ سب حق تعالیٰ  
 کمالات کے ظلال اور ان کمالات کی صورتیں اور مثالیں ہیں۔  
 حالت و ظلیت کا ارتباط ہے۔ جس کی طرف صوفیہ نے  
 ت پائی ہے۔ یہی معاملہ صوفیہ کو اعلیٰ علیین تک لے گیا ہے۔  
 ان کو فناء بقا تک پہنچا کر ولایت خاصہ کے ساتھ مستحق کیا  
 ہے۔ چونکہ علماء ظاہر کو یہ دید میر نہیں ہوئی۔ اس لئے فناء و بقا  
 پیرہ منہ اور ولایت خاصہ کے ساتھ مستحق نہیں ہوئے۔ صوفیہ  
 کمالات کو واجب تعالیٰ کے کمالات کے ظلال معلوم کرتے ہیں۔  
 وجود اور تمام توابع وجود کو ان کمالات کے عکس جانتے ہیں۔  
 وجہ ہے کہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے کمالات کا امانت دار دیکھتے ہیں۔

اور غیر کو ان کمالات کا آئینہ معلوم کرتے ہیں جب ان اللہ تعالیٰ  
 اَنْ تُوَدَّ الْاِمَانَاتِ اِلٰی اَعْلِيٰهَا (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی  
 کو امانت والوں کے حوالہ کر دو) کے موافق اُس امانت کو امانت  
 کے حوالہ کرتے ہیں۔ اور دوست کے ان کمالات کو بڑے دوست  
 ساتھ اصل کو دے دیتے ہیں۔ تو اپنے آپ کو معدوم معلوم  
 ہیں۔ اور میت جانتے ہیں کیوں کہ وجود و حیات جب اپنے  
 کی طرف چلے گئے۔ تو پیچھے معدوم و میت رہ گیا۔ اور فنا متحقق  
 مولینا روم فرماتے ہیں۔

سے چوٹی ندانستی تو اور از نخست!  
 سوئے آنحضرت نسب کردی درست

وانگہ دانستی کہ ظل کیستی!

فارغی گرمہری و گرز کیستی!

جب نہ تھا پہلے تو اُس کو جانتا : نسبتیں اُس کی طرف  
 ظل ہے کس کا تو گریہ جان لے : تو ہے فارغ گمرے تو گریہ  
 اس فنا کے بعد اگر اس بقا سے مشرف کرنا چاہیں۔ تو  
 اُس کو وجود اول توابع وجود یعنی صفات کا طہ اُس کو عطا فرماتے ہیں  
 اور دوسری ولایت کے ساتھ اُس کو متحقق کرتے ہیں۔

نَا يَلِجُ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ مِنْ لَمٍ يُؤَلِّدُ مَسْرَتَيْنِ  
 دوبارہ پیدا نہ ہو آسمانوں کے ملکوت میں داخل نہیں ہو سکتا

هَيِّئْ لَارِيَابِ النُّعْمِ نَعِيمَهَا

خدایا! میدان عبارت کی تنگی کے باعث وہ الفاظ جن کا  
 شرع میں وارد نہیں ہوا جیسے کہ ظلمیت وغیرہ کا اطلاق  
 اور کہتا ہوں کہ ممکن کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کا  
 ہے اور اس کی صفات حق تعالیٰ کی صفات کاملہ کے ظلال ہیں  
 اطلاق سے بہت ڈرتا ہوں اور کانپتا ہوں لیکن چونکہ  
 اولیاء نے مجھ سے پہلے ان اطلاق پر سبقت کی ہے اس  
 مافیٰ کا اُمیدوار ہوں۔ رہنا لا تو اخذنا ان لیسنا و اخطانا  
 تو ہماری عبول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کرے

جاننا چاہئے کہ سابقہ تحقیق سے واضح ہوا کہ صوفیہ جو  
 "لاوست" کے قائل ہیں۔ عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں  
 اور حلول و سریاں ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ ظہور و ظلمیت کے  
 سے عمل کرتے ہیں۔ نہ وجود تحقق کے اعتبار سے۔ اگرچہ  
 نام عبارت سے اتحاد و جود کا وہم گزرتا ہے لیکن ہرگز  
 ناکافی یہ مراد نہیں ہے کیوں کہ یہ کفر و الحاد ہے۔ جب ایک کا

دوسرے پر عمل کرنا باعتبار ظہور کے ہے۔ نہ باعتبار وجود کے  
 "ہمدوست" کے معنی "ہمد از دوست" ہیں۔ کیوں کہ شے کا ظل  
 سے پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ غلبہ حال میں ہمدوست کہتے ہیں لیکن  
 اس عبارت سے ان کی مراد "ہمد از دوست" ہے۔ پس اس  
 موافق ان کی کلام پر اعتراض کرنے اور اس کلام کے کہنے والے  
 کافر و گمراہ کہنے کی کوئی مجال نہیں رہی۔ واضح ہو کہ ظل  
 مراد اس شے کے ظہور سے ہے۔ دوسری یا تیسری یا چوتھی  
 میں مثلاً زید کی صورت جو آئینہ میں منعکس ہوئی ہے۔ وہ  
 میں زید کا ظل اور اس کا ظہور ہے۔ اور زید فی حد ذاتہ  
 اصل کے مرتبہ میں ہے۔ جس نے اپنے آپ کو ظل کے طور  
 میں ظاہر کیا ہے۔ بغیر اس بات کے کہ اس کی ذات و صورت  
 تغیر و تبدل واقع ہو۔ جیسے کہ گذر چکا۔

ربنا اقصہ لنا نورنا واغفرنا انک علی کل شیء قدیر  
 ربنا اللہ تو ہمارے نور کو کامل کر اور ہم کو بخش اور تو تمام چیزوں  
 وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَلْبَعِثَ الْوَسِيْلَةَ  
 سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار

## خانوادہ عالیہ مجددیہ

بغلیک کی خانوادہ مجددیہ سے عقیدت اور وابستگی  
نرت مجدد کے تصرفات اور ولایت کے کمالات میں سے  
خانوادہ مجددیہ نے فقراء و استغناء کی مسند کو ترک نہیں  
وستان کی شہنشاہیت نے قریباً ایک صدی تک جہاں اگرہ  
و دارالسلطنت مقرر کر رکھا تھا۔ وہاں سرہند شریف کو اپنے  
مانیت کا مرکز قرار دے لیا تھا۔ جہانگیر کو حضرت مجدد سے  
یت تھی۔ اس کو گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔  
جہانگیر کا انتقال ۱۶۲۷ء میں ہوتا ہے۔ شہزادہ خرم (شاہ جہان)  
سے تخت جہانگیری پر متمکن ہوتا ہے۔ دور حکومت ۱۶۲۷ء سے  
تک ہے۔ حضرت مجدد کا بادشاہ بہت زیادہ عقیدت مند  
شاہ جہان کے تیسرے سال میں حضرت قیوم ثانی محمد معصوم  
شہزادہ حضرت مجدد سے بیعت کی۔ چودھویں سال جلوس

شاہجہانی میں عالم گیر نے حضرت معصوم سے نسبت قائم کی۔  
 سال جلوس شاہجہانی میں روشن آرا بیگم دختر شاہجہان اور  
 جلوس شاہجہانی میں گوہر آرا بیگم نے سرسبز شریف اگر نسبت  
 گیر اورنگ زیب کا بیٹا معظم شاہ المعروف بہادر شاہ کی وابستگی  
 حضرت محمد زبیر (اپوتا قیوم ثالث حضرت خواجہ محمد نقشبند حجت  
 سے کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر چار اولوال  
 علیہ نے حضرت مجدد اور خاندانہ عالیہ کے افراد سے عقیدت  
 رکھی اور اس نسبت کو ذریعہ نجات جانتے رہے۔ لیکن اگر  
 ایسے خاندانہ کے افراد برہمنوں نے اس عقیدت و ارادت  
 جاہ و شہم کو لینے کے لئے ہمیشہ انکار کیا۔ البتہ انہوں نے شریعت  
 ترویج کا کام ان شاہان سلف سے لیا اور بزور لیا۔  
 گذشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے  
 مجدد نے جہانگیر کے دربار میں علی الاعلان ٹکڑی تھی اور اس کا  
 بجز اس کے کچھ نہ تھا۔ کہ جہانگیر کے رخ کو تبدیل کر دیا جائے  
 اس کا رخ ٹھیک ہو جائے تو اس کی امداد سے احیاء اسلام  
 محمدیہ علی صاحبہا والصلوة والسلام کی صحیح ترویج کی جاوے  
 یا خاندانی پاشکس سے حضرت کا دور کا تعلق نہ تھا۔ حضرت

Marfat.com



اد کا قلع قمع کر کے شریعت سزا کو راج کرنا تھا۔ یہ کام جس احسن سے کیا گیا۔ وہ حضرت مجدد کے کمالات ولایت اور فراست سے لگتا ہے یہی نصب العین حضور کے صاحبزادوں کا رہا ہے۔

## وہ عالیہ مجددیہ کا نصب العین شریعت سزا کو راج

جہانگیر ۱۶۲۷ء میں انتقال کر گیا۔ اب تخت کے دعوے دار جہانگیر بیٹے شہریار اور خرم تھے۔ شہریار نور جہاں کا داماد تھا۔ ہم آصف جاہ وزیر اعظم کا۔ نور جہاں اور آصف جاہ دونوں جہاں اثنا عشری عقائد رکھتے تھے۔ حضرت مجدد کے صاحبزادوں کا نزدیک صرف ایک مسئلہ درپیش تھا۔ کہ تخت کا وارث وہ بادشاہ ہو شریعت محمدیہ علی صاحبہا والصلوٰۃ والسلام پر کار بند ہو۔ اور یا کو بھی اس پر کار بند کروانے کا جذبہ رکھتا ہو۔

یہ سوزخ کا کام ہے۔ کہ وہ اس بات پر بحث کرے۔ کہ آصف نے کس طریق سے بہن کے داماد کو ختم کر کے تخت اپنے داماد لئے تیار کیا۔ اور جو کچھ کیا گیا۔ اس میں ان کی اپنی کیا عرض تھی۔ اور عیا کیا گیا۔ ان اسباب و علل پر بحث کرنے کا تعلق میرا نہیں ہے۔

مجھے تو صرف اس قدر بتانا ہے کہ خانوادہ مجددیہ کی خوشی کی کوئی انتہا  
 رہی۔ جب شہزادہ خرم شاہ بھمان کے نام سے تخت جہانگیر پر متمکن  
 اس لئے کہ شاہ بھمان شاہزادگی کے زمانے سے ہی خانوادہ مجددیہ  
 بے انتہا عقیدت رکھتا تھا۔ اس کا تہذیب اور تقویٰ ظاہر تھا۔

## شاہ بھمان کا تہذیب

شاہ بھمانی دور تاریخ ہند میں فارغ البالی اور آرام و آسائش  
 کا دور کہلاتا ہے۔ اس بادشاہ کو عمارات کا بہت زیادہ شوق تھا۔  
 شمار عمارات اپنے زمانے میں ہوئیں۔ اور چند ایک تو عجائباتِ زمانہ  
 شمار ہوتی ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا  
 جہاں اُس نے شاہ بھمان آباد کر کے ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی  
 لال قلعہ دہلی تعمیر کر کے شاہانِ سلف کے مقابلے میں اپنے عظمت  
 کا ثبوت پیش کیا ہے۔ وہاں جامع مسجد دہلی کی مرکزیت کو بھی منسوخ  
 رکھا ہے۔ اسی طرح اس کی تیار کردہ عمارات میں دینی اور دنیوی  
 شوکت کا باہم امتزاج نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ دولت و ثروت  
 اس عہد میں بہت زیادہ تھی۔ لوگ فارغ البالی نظر آتے تھے۔

رخ البالی کے ساتھ ساتھ ان کا دینی موقف بھی قائم تھا۔ یہ اسی  
 نام میں ہو سکتا ہے۔ جب کہ بادشاہ خود مستدین ہو۔  
 قابل ذکر یہ بات ہے کہ بادشاہ امرا و وزراء کا روحانی مرکز خانوادہ  
 سے وابستہ تھا۔ دولت و مگر خالق ہوں تک پہنچ چکی تھی۔ کس  
 رحمت کے علاوہ اوقاف خالق ہوں اور درگاہوں کے نام ہو رہے  
 لیکن واہ سے تصرف! باوجود عقیدت و ارادت و نیاز مندی  
 بدویہ خانقاہ میں کسی قسم کا کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ اگر اضافہ ہوا ہے  
 قدر کہ روشن آرا بیگم نے حضرت معصوم کے لئے مسجد اور قبہ  
 یا اوقاف یا اور اس قسم کی چیزیں خانوادہ مجددیہ نے قبول نہیں  
 ان حضرات کی اگر کوئی خواہش صاحب ثروت و سطوت سے  
 ہے۔ تو صرف یہی کہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا و الصلوٰۃ والسلام  
 کو صحیح معنوں میں ہوتی ہے۔ باقی نذرانہ یا فتوح وغیرہ اگر کسی  
 میں ظاہر ہوئی ہے۔ تو وہ فقراء اور صاحب احتیاج  
 سمجھا گیا۔

۱۹۵۸ء میں ساموگر  
 کا واقعہ پیش آیا۔

**میکر اورنگ زیب کی تخت نشینی**

جہاں کی تفصیل یہ ہے کہ شاہجہان اچانک خطرناک بیمار ہو گیا۔

شاہجہان کے چاروں بیٹوں نے باپ کو یہ سمجھ کر کہ وہ قریب لڑگئے  
 و تاج کے لئے دوڑ و صوب شروع کر دی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے  
 نے باہم پکیٹ کر لیا۔ داراشکوہ دارالسلطنت میں تھا۔ وہ نہیں چاہتا  
 کہ باپ کے انتہائی کے وقت اس کا کوئی بھائی بھی موجود ہو۔ اس  
 اس نے فوج اور سامانِ حرب لے کر اورنگ زیب عالمگیر اور مرزا  
 مشترکہ فوج کی پیشقدمی کو روکنا چاہا۔ شاہجہان نے بہت سمجھایا  
 آنے دیا جائے۔ روکنا نہیں چاہئے۔ معاملہ خود بخود سمجھ جائے  
 لیکن دارا کی فطرتی طبیعت نے ایسا نہ ہونے دیا۔ نتیجہ "سامو  
 میدان جنگ" کی صورت میں نکلا۔ جس میں داراشکوہ کو شکست  
 پڑی۔ باپ اب بھی چاہتا تھا کہ معاملہ رفع دفع ہو جائے۔ لیکن  
 و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جس نے ساموگرھ کے میدان  
 کو ہی عالمگیر اورنگ زیب کی تخت نشینی کا پیش خیمہ بنا دیا۔ اور شاہجہان  
 کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔

داراشکوہ، مراد، شاہ شجاع اور خود شاہ جہان کا جو کچھ بھی  
 ہوا۔ وہ تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے درج ہے۔ مجھے دوبارہ  
 کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ میرے نفسِ مضمون کے تحت آتا  
 ہے۔ کیوں کہ اس پر بحث کی جائے کہ وہ اورنگ زیب عالمگیر جہت

قی پاکباز اور فقیر منش بادشاہ گذرا ہے۔ اُس نے حقیقی باپ اور اپنے  
 بھائیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیوں روا رکھا۔ دورِ حاضرہ کے  
 خ اور ناقد عالمگیر پر جامع اور مبسوط بحث کر چکے ہیں میں تو صرف  
 مایا پاتا ہوں کہ جس وقت سندوستان کی سرزمین پر یہ انقلابی  
 مہ سورا ہوا تھا۔ اُس وقت عالمگیر اورنگ زیب کے شیخ سندوستان  
 سرزمین میں موجود نہیں تھے۔ بلکہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ گئے ہوئے  
 تھے۔ اس خاندانی پائیکس سے خالوادہ مجددیہ کے کسی فرد کا بھی کوئی  
 تعلق نہیں تھا۔ اور نہ ان کی یہ سرزمین تھی۔ کہ دارا شکوہ وارثِ تخت  
 بھیمان نہ ہو۔ بلکہ اورنگ زیب عالمگیر ہو۔ ان کے پیش نظر صرف  
 نصب العین تھا۔ کہ ایسا شخص وارثِ تخت و تاج ہو جو شریعت  
 مدیر علی صاحبہا والصلوٰۃ والسلام کی صحیح معنوں میں ترویج کر سکے اور  
 حضرت مجدد کے مشن کو چلا سکے۔ تاریخ کے اوراق کھلے ہوئے ہیں۔  
 دارا شکوہ اور اورنگ زیب عالمگیر کے جدو خال کی پوری پوری تصویر  
 ان میں کھچی ہوئی ہے۔ ایک غیر جانبدار آدمی بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا  
 ہے۔ کہ اورنگ زیب کا تین تقوے پیمیزگاری اور مجاہدانہ سرفروشی  
 کے جذبات ایسے نمایاں نظر آتے تھے جس کی ادنیٰ سی جھلک بھی  
 دارا شکوہ کے کسی حصے پر نہیں پڑتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر دارالاشکوہ وارثِ تخت و تاج ہو تو اکبر کے زمانے کا الحاد اور کفریات کا دور دورہ پھر عود کر آتا اور حضرت مجدد اور ان کے صاحبزادگان کی تمام کوششیں احیاءِ اسلام کے لیے ختم ہو کر رہ جاتیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کو ان کی کوششیں برباد کرنا مقصود نہ تھیں۔

## اورنگ زیب عالمگیر کا زہد و تقویٰ

۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء تک عالمگیر اورنگ زیب کا دور حکومت رہا ہے۔ مخالف سے مخالف اور دشمن سے دشمن مورخ یہ بات لکھے ہیں۔ اورنگ زیب کی نصف صدی دور حکومت کے ذاتی کردار کی عکاسی کر رہی ہے۔ ذاتی اخراجات کے لیے ایک چھم بھی اس زہد و عابد شہنشاہ نے خزانہ سے حاصل نہیں کی، اپنے گھر اور اوقات کے لیے قرآن مجید لکھ کر یا ٹوپیاں کاڑھ کر حلال کی روزی کسے بندوستان کے خزانے کی تمام دولت رفاہِ عامہ کے کاموں میں خرچ ہوتی رہی۔ عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ اپنے ضروری آرام و آسائش کو بھی ترک کر دیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اشاعتِ



## دنی عالمگیری کی دین

حقہ کی صحیح معنوں میں اُس کے اندر ایک تڑپ موجود تھی۔

اسی تڑپ نے اس حبیبِ القدر متدین بادشاہ سے فتاویٰ عالمگیری رُف فتاویٰ ہندیہ کی تدوین پوری ہمت اور کوشش سے کروائی۔ یہ بات نہ تھی کہ وہ ہندوؤں کے زُتار کو توڑتا رہا۔ یا ان کے رُوں کو گراتا رہا اُس کی نظر میں کلا کر لای فی الدین کا سنہری ریل موجود تھا۔ اور اُس اصول پر تاحین و حیات قائم رہا۔ یہ تو غیر ممکن کا پروپیگنڈا ہے جس کے بارے میں کہنا پڑتا ہے۔

سہ تہیں لے دے کے ساری راستاں میں یاد آتا ہے کہ عالمگیر ہندوؤں کا، ظالم تھا، ستم گر تھا۔ بہر حال اُس کی زائدانہ زندگی مورخ کی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہے۔ اُس کی ایک ایک بات سے احیاء اسلام اور اتباع سنت کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس سے زیادہ اُس نے کردار کو پیش کرنا میرے مفوع سے خارج ہے۔ اس تھوڑی بہت تمہید کے بعد مجھے یہ کہنا ہے کہ خانوادہ مجددیہ کے روحانی تصرفات کا اثر تھا جس کی وجہ سے عادل اور متدین بادشاہ کے ہاتھوں دین اسلام کو تقویت پہنچی۔

خوائے اللہم ابد الإسلام بسطاط العادل اللہم من النصر

مَنْ نَصَرَ دِينَ مُحَمَّدٍ اللَّهُمَّ اخْذْ مِنْ خِزْيَانِ دِينِ مُحَمَّدٍ -

حقیقت بھی یہی ہے کہ نصف صدی تک شریعت محمدیہ کی صحیح مسنون میں ہوتی رہی۔ <sup>۱۰۰</sup> شہادہ میں جب یہ جلیل القدر شہنشاہ ہند انتقال کر جاتا ہے۔ اور سکندر آباد میں دفن ہوتا ہے تو پھر تکفین کے بارے میں اس کی اپنی وصیت بتا رہی ہے۔ کہ اسے اس سنت کا کس قدر خیال تھا۔ اور اسی چیز کو وہ سرمایہ نجات سمجھتا تھا۔ تاریخ دان حضرات خوب جانتے ہیں کہ دولت و ثروت فارغ البال کے لحاظ سے ہندوستان کا کتنا اونچا مقام تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی خاندانہ مجددیہ کے ساتھ اس کی عقیدت و ارادت کتنی تھی۔ رقعات عالمگیری پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اور پاکباز بادشاہ ہمیشہ حضرت مجددؑ کے صاحبزادگان کی صحبت اور مجلس کو غنیمت سمجھتا رہا۔

## بہادر شاہ کا دورِ حکومت

اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں میں حکومت کے لیے خانہ جنگی ہوئی۔ معظم شاہ المعروف بہادر شاہ کے دور سے عالمگیر اورنگ زیب کا جانشین ہوا۔ اس بادشاہ کا خاندانہ مجددیہ سے رومانی تعلق تھا۔ اگرچہ اس کا دورِ حکومت

پانچ سال رہائے۔ لیکن شریعت کے معاملے میں کسی قسم  
 ماطہ نہیں ہوا۔ ۱۳۱۳ء سے لے کر ۱۳۲۵ء تک کئی بادشاہ  
 یگے تخت کے وارث ہوئے اور ملکی سیاست کے تحت مقتول ہوتے  
 ۔ لیکن دین کے معاملے میں اکبری الحاد کا سا زمانہ کبھی نہیں  
 اور شاہ کا حملہ ۱۳۲۹ء میں ہوا ہے۔ وہ ایک افراتفری کا  
 تھا۔ تاہم اہالیانِ دہلی کے لئے روحانی سکون قیوم رابع حضرت  
 میر کی ذات سے تھا۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہا  
 جا سکتا ہے کہ حضرت مجدد  
 نے جو چراغ روشن کیا تھا

وادوہ عالیہ مجددیہ نے فقراء  
 معنائ کی مسند کو ترک نہیں کیا

سے اور بہت سے چراغ روشن ہوئے۔ اور ان کی روشنی  
 گمشدگانِ راہ کے لئے منزل مقصود کا پتہ دیا۔ شہنشاہیت  
 ت۔ ثروت۔ حشمت یہ سب چیزیں اُرحاصِ کرناہویں  
 خانوادہ مجددیہ کے لئے بہت آسان تھیں۔ بلکہ اگر اس  
 ف تھوڑی بہت توجہ ہوتی تو سرمایہ دارمی اور حاکمِ دارمی  
 الفاظِ محض خانوادہ مجددیہ کے لئے ہی استعمال ہوتے۔ مگر دیکھا جاتا  
 کہ ان حضرات نے اپنے نصب العین کو ترک نہیں ہونے دیا۔

اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت پیر صاحب قدس سرہ  
کی پیش گوئی پورے طور پر ٹھیک ثابت ہوئی۔ کہ اس عمر زیر امتحان  
کی اولاد اور خلفاء مسند کے صدر نشین ہوں گے۔  
اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد کے  
کے حالات اجمالی طور پر بیان کر دیئے جائیں۔







ت مجدو الف ثانی کے سات صاحبزادے۔ اور دو  
 بزاویاں تھیں تین صاحبزادے بچپن میں انتقال  
 گئے۔ اور چار صاحب اولاد ہوئے ہیں حضرت کی  
 بیٹی بھی بچپن میں انتقال کر گئی تھی

— حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ

— حضرت خواجہ محمد سعید (خازن الرحمۃ)

— حضرت خواجہ محمد معصوم کمال عروۃ الوثقیٰ

— حضرت خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ

— حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

— حضرت خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ علیہ

— حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ

ہی خدیجہ یا نورہ ان کی اولاد اب تک موجود ہے  
 ہاؤم کلثوم بچپن میں انتقال کر گئی تھیں —

Thamad Khan  
Kalamyar Khawar

27.3.66

# حضرت خواجہ محمد صادق بن حضرت محمد

پیدائش یک ہزار و چوبیسویں سال ۹ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ

الوار ولایت کے آثار

الوار ولایت آپ کی پیشانی سے تھے۔ آپ کی تربیت دادا بزرگ کی تھی۔ آٹھ سال کی عمر میں ہی آپ پر کشفِ قلوب اور کشفِ قبور انوارات ظاہری نے شروع ہو گئے تھے۔ حضرت خواجہ باقی باہر بھی آپ کے جذب اور مکاشفات کے قائل تھے۔

ظاہری باطنی علوم میں آپ کا مقام

میں آپ کے متعلق لکھا ہے کہ میرا لڑکا معارف کا مجموعہ ہے۔ مقامات جذب و سلوک پر ماوی ہے۔ ظاہری علوم بھی آپ والد بزرگوار سے حاصل کیئے۔ اور دیگر اساتذہ سے بھی اسنادیں کیں۔

آپ بہت زیادہ منکسر المزاج رہا کرتے تھے۔ اور یہی آپ

Marfat.com

ان تھی۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ کسی نے اللہ تبارک سے کوئی چیز طلب کی ہوگی۔ لیکن میں نے صرف انکساری مانگی ہے۔ آپ سے بے انتہا کرامات ظاہر ہوئی ہیں۔

انی میں آپ کا وصال | ایک دفعہ سرسبز شریف میں طاعون بہت زور سے

مانڈان کے خاندان ختم ہونے لگے۔ حضرت نے جذب کی حالت میں کریمہ و با ترقیمہ چاہتی تھی۔ چنانچہ میں اپنے آپ کو اس کے پاس لے گیا۔ اسی مرض میں ۹۔ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ کو انتقال فرمایا۔ اس کے بعد یہ وبا ختم ہو گئی۔ بہت سے لوگ آج بھی طاعون کے نام کا تعویذ لکھ کر لٹکا دیتے ہیں۔ مرض دور ہو

پہلے آپ کی قبر کھلی تھی۔ بعد میں اس پر قبہ بنا دیا گیا۔ حضرت مجدد قندھار میں مغرب کی جانب دفن ہیں۔ ان کے ایک لڑکے شیخ صاحب سے ولی اللہ ہوئے ہیں۔ ان کے چار لڑکے ہیں۔ اور ان کی اولاد جاری ہے۔

# حضرت خواجہ محمد سعید (خانن الرحمۃ ابن)

پیدائش ۱۰۰۵ھ — وصال ۲۰ جمادی الآخر ۱۰۸۰ھ

## بچپن میں حضرت خواجہ باقی باللہ سے عابانہ نسبت

دوسرے صاحبزادے ہیں۔ ولایت کے آثار بچپن سے ظاہر  
وفا آپ سخت بیمار ہو گئے۔ حضرت مجدد کو آپ سے بے انتہا  
محبت سے پوچھنے لگے کہ کیا چاہتے ہو۔ کسی چیز کی ضرورت  
تاؤ! آپ کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ حضرت خواجہ  
حضرت مجدد نے یہ واقعہ اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی  
سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ محمد سعید ہم سے غائب  
رکھتے ہیں۔

طاہری باطنی علوم میں آپ کا مرتبہ **آپ سترہ سال**  
فارغ التحصیل

و تدریس میں مشغول ہو گئے تھے۔ آپ نے چند ایک بلنگے

مشکوٰۃ المصابیح پر تعلیقات کا اضافہ کیا۔ اور مذہب  
کی تائید کی، ایک رسالہ رفع سبابہ کی مخالفت میں لکھا ہے۔  
اپنے مکتوبات شریف بھی ہیں۔ جن میں ذات و صفات کے  
میں بلند حقائق پیش کیے گئے ہیں۔ مناظرہ میں آپ کو بڑا اور

نے کمالات باطنی حضرت مجدد سے حاصل کیے  
میں رشد و ہدایت کا سلسلہ حضرت مجدد نے آپ  
اور حضرت خواجہ معصوم کمال سے وابستہ کر دیا تھا۔  
مجدد آپ کے خوارق اور کرامات کے قائل تھے۔ بہت ہی  
میں آپ کے بارے میں حضرت مجدد نے مکتوبات میں درج کی  
خازن الرحمة بھی حضرت مجدد نے آپ کو لکھا ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر آپ  
کا بہت بڑا معتقد تھا۔ ایک

بڑی کوشش کے ساتھ آپ کو وہلی بلایا۔ آپ جانا نہیں چاہتے  
لیکن بہت اصرار کے بعد تشریف لے گئے۔ کچھ دیر وہاں  
نے کے بعد آپ بیمار ہو گئے۔ شاہی اطباء نے بہت علاج کیا۔

لیکن حالت نازک ہوتی گئی۔ آخر رخصت لے کر سرسبز شریف  
 ہوئے۔ دہلی سے ۳۴ میل سنبھالکھ کے مقام پر پہنچ کر ۲۷  
 شہادہ میں آپ کا انتقال وہیں ہو گیا۔ تمہارے تکفین کے لیے  
 میں سرسبز شریف لائے گئے آپ کو بھی حضرت مجدد کے قبر میں رکھا

حضرت مجدد کا نماز جنازہ پڑھانے کا شرف آپ کو ہی

آپ کے اٹھارے اور پانچ لڑکیاں ہیں۔ تمام صاحبزادے علم و  
 و باطنی میں نام آور تھے۔ جن سے باطنی فیوضات کا بہت بڑا سرا  
 جاری ہوا ہے۔

## صاحبزادگان :

- |     |                               |     |                              |
|-----|-------------------------------|-----|------------------------------|
| (۱) | شاہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ   | (۲) | شاہ لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ  |
| (۳) | مولانا فرخ شاہ رحمۃ اللہ علیہ | (۴) | شیخ سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ |
| (۵) | شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ  | (۶) | شیخ ظیل اللہ رحمۃ اللہ علیہ  |
| (۷) | شیخ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ | (۸) | شیخ محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ  |

---

---

ہیں سے بہت سے صاحبِ زاوے صاحبِ تصنیف بھی ہوئے ہیں۔

---



شاہ عبداللہ شاہ بن حضرت امیر محمد خاندان الرحمۃ

بن حضرت مجدد الف ثانی

آپ نے علوم ظاہری و باطنی

حضرت خواجہ محمد معصوم اپنے

چچا بزرگوار سے حاصل کیے

حضرت خواجہ محمد معصوم کی بڑی

صاحبزادی بھی آپ کے نکاح

میں تھیں۔ دادا بزرگوار کو آپ

نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا تھا، آپ کے ہاں ایک رشتہ

دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

# شاہ لطف اللہ شاہ بن حضرت محمد سعید

بن حضرت مجدد

آپ نے ظاہری اور باطنی علوم  
اپنے والد بزرگوار سے حاصل  
کیئے تھے۔ اپنے زمانہ کے  
بہت بڑے متقی اور پرہیزگار  
تھے اتباع سنت کا پورا پورا  
خیال رکھتے تھے۔ آپ بھی  
حضرت خواجہ محمد معصوم کے  
داماد تھے۔ آپ کے ہاں کوئی  
اولاد نہ تھی۔

# مولانا فرخ شاہ بن حضرت محمد سعیدؒ

بن حضرت مجددؒ

آپ ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے روزگار تھے  
یہ علوم آپ نے اپنے والد ماجد اور عم بزرگوار  
سے حاصل کیے تھے، صاحب تصنیف

بھی تھے، تقوائے اور پرہیزگاری میں

نمایاں حیثیت رکھتے تھے، اتباع

سنت کا خاص خیال رکھتے

تھے۔ ۱۱۱۸ھ میں انتقال

فرمایا: آپ کے پیار

صاحب زادے

اور تین

صاحبزادیاں

تھیں۔

# شیخ سعد الدین بن حضرت محمد سعیدؒ

بن حضرت مجددؒ

آپ

غازن الرحمتہ

کے چوتھے صاحبزادے

تھے۔ ظاہری اور باطنی علوم میں

آپ کا مقام بلند تھا۔ آپ صاحب  
کشف و کرامت بھی تھے۔ تقویٰ

اور پرہیزگاری آپ کی

تمام خصوصیت

تھی

آپ کے ہاں ایک لڑکا اور

تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔

—

# شیخ عبداللہ بن محمد بن محمد سعید

## بن حضرت مجدد

آپ علوم ظاہری میں یکتائے روزگار تھے، علوم باطنی کے سلسلہ

پہلے آپ نے اپنے والد بزرگوار

سے بیعت اختیار کی، اور تکمیل اپنے

عم بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم کمال سے

کی آپ صاحب کشف و کرامات تسلیم کئے

جاتے ہیں، شعر و شاعری کا بھی شوق تھا، وعدت

تخلص فرماتے تھے، شواہد التجدید، جنود اللہ اور

لطائف مدینہ وغیرہ آپ کی تصنیفات ہیں، ہر کہ و مرہ

نے آپ کی ولایت کو بہ دل و جان تسلیم کیا

ہے، کچھ عرصہ آپ دہلی جا کر بھی ٹھہرے

رہے ہیں، ۲۷ ذوالحجہ ۱۲۷۰ھ کو آپ

نے وصال فرمایا، آپ کے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

# شیخ خلیل الدین حضرت محمد سعیدؒ

بن حضرت مجددؒ

آپ نے علوم ظاہری و باطنی  
حضرت خواجہ محمد معصوم کمالیؒ  
سے حاصل کیئے، اور خلافت  
بھی ان ہی سے پائی، اتباع  
سنت میں آپ کا بہت بڑا  
مقام تھا، انشاء اللہ وہ میں انتقال  
فرمایا، آپ نے تین صاحبزادے  
اور ایک صاحبزادی تھی،

# شیخ محمد یعقوب سعیدیؒ ابن حضرت محمد سعیدؒ

## بن حضرت مجددؒ

آپ نے بھی علوم ظاہری و باطنی حضرت  
قیوم ثانیؒ سے حاصل کئے۔ صاحب کشف  
و کرامات تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اور ان  
کی دلالت مستقیمہ تھی۔ ایک صاحب زاوہ  
اور ایک صاحب زاوی ان کے ہاں۔  
تولد ہوئے۔



# شیخ محمد تقی سعیدی بن حضرت محمد سعید

بن حضرت محمد درو

آپ

نے حضرت

قیوم ثانی سے خلافت

حاصل کی۔ شریعت کے

بہت زیادہ پابند تھے

اللہ تعالیٰ نے آپ کو

طاقت بھی بے پناہ

دی تھی، بڑے سے بڑا

پہلو ان مقابلہ نہیں

کر سکتا تھا۔

— احوال —

ایک صاحب زاوہ اور سات صاحب زاویاں تھیں

# یوم ثانی امام اربانی حضرت محمد معصوم

عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ العزیزین حضرت مجدد

ولادت بروز دو شنبہ ۱۰ شوال ۱۰۰۰ھ ، وصال بروز دو شنبہ ۹ ربیع

آپ حضرت مجدد کے صاحبزادے ہیں ولام

محمد معصوم نام کی وجہ تسمیہ

پسے حضرت محمد معصوم کی والدہ کو بہت سی بشارتیں تھیں بتائی نام بھی اشارہ کے تحت فرمایا گیا۔ چنانچہ محمد معصوم نام اسی کے مطابق رکھا گیا۔

آپ شیرخوارگی کے زمانہ میں اسلام کا خیال رکھا کرتے

شیرخوارگی کے حالات

رمضان شریف کے ہینہ میں دن کے وقت آپ نے کبھی پیا تھا۔

بچپن میں ہی بہت سی کرامات آپ سے سرزد ہوئی آپ کے متعلق ہر کس و ناکس کا یہ خیال تھا کہ آپ مادہ

اطاہری سے فراغت | سات سال کی عمر میں آپ نے  
قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اور

سات سال کی عمر میں تمام طاہری علوم سے فارغ ہو گئے تھے۔  
آپ کی شادی حضرت مجدد کے خلیفہ میر صفیر احمد روتھی کی  
کی دختر سے ۱۲۱۰ھ میں ہوئی تھی۔ آپ کی تمام اولاد اسی  
خانوں سے ہوئی ہے۔

۱۰۶۲ھ میں  
بزرگوار کی موجودگی میں مسند ارشاد پر  
آپ مسند ارشاد

افروز ہوئے۔ اس روز پچاس ہزار آدمیوں نے آپ سے بیعت  
بن میں دو ہزار حضرت مجدد کے خلیفہ تھے جو اس روز مختلف  
ات سے سرسند شریف میں آئے ہوئے تھے۔

حضرت مجدد کو آپ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ حضرت کو  
تربیت کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ بہت سے مکتوبات  
کے نام ہیں۔ ان مکتوبات میں بہت اسرار مندرج ہیں  
ت مجدد نے بے شمار کتابیں آپ کے بارے میں فرمائی ہیں  
فیوم ثانی کی بشارت بھی آپ نے اپنے مکتوب نمبر ۱۰ اور سوم

میں درج فرمائی ہے جس کا اقتباس لکھ دیا جاتا ہے تاکہ  
سکے کہ کمالات مجددیہ کے لئے حضرت مجدد نے آپ کو ہی  
فرمایا تھا. عبارت مکتوب سب ذیل ہے.

## مکتوب حضرت مجدد

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

بدت گذری ہے. کہ فرزند ان گرامی نے اپنے ظاہری باطنی احوال  
نسبت کچھ نہیں لکھا. شاید دیر تک جدار منے کے باعث مجھ کو  
اقتادہ کو بھول گئے ہو۔ ہم ارحم الراحمین رکھتے ہیں۔ آیت  
لَلّٰمِیْسِ اللّٰهِ جِسْکَاتِ عَبْدِہٗ (کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو لایق  
نامراد غریبوں کو تسلی بخشنے والی ہے. عجب معاملہ ہے. کہ تم  
اس قدر لاپرواہی کے باوجود دل تمہارے احوال کی طرف  
ہے. اور تمہارے کمال کا خواہاں ہے. کل صبح کی نماز کے  
مجلس سلوک کے وقت ظاہر ہوا کہ وہ خلعت جو میں نے پہن

و سے دور ہو گئی۔ اور بجائے اُس کے اور خلعت مجھے پہنائی گئی۔  
آیا کہ یہ خلعت زائل کسی کو دینی ہے، یا نہیں، مجھے یہ آرزو ہوئی

خلعت زائل میرے فرزند محمد معصوم کو دے دیں، تو  
میں نے ایک لمحہ کے بعد دیکھا کہ میرے فرزند کو

ت فرمائی گئی ہے، اور وہ خلعت سن کی سب

کو پہنائی گئی ہے یہ خلعت زائل معاملہ قبولیت

رہے جو تربیت تکمیل سے تعلق رکھتا ہے

ن عرصہ مجتہد میں ارتباط کا باعث ہے، اس خلعت جدیدہ کا

سب انجام تک پہنچ جائے گا، اور خلع کی مستحق ہو جائے گی

ہے، کہ کمال کرم سے فرزند عزیز محمد سعید کو عطا فرمائیں گے

پیشہ عاجزی سے سوال کرتا ہے، اور قبولیت کا اثر پاتا ہے،

بذریعہ اس دولت کا مستحق معلوم کرتا ہے۔

ع ر کریمیاں کار ہا و شوارنسیت

عادی اسی کی دی ہوئی ہے۔

۵  
 نیا وردم از خانہ پیرے نخست  
 تو داوی ہمہ چیز دمن چیز نخست  
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَقَابِلِينَ مِنْ عَبَادِي الشُّكُورِ  
 (اے آل داؤد عمل کرو۔ اور میرے بندے شکر گزار تصور سے)

تم جانتے ہی ہو کہ شکر سے مراد یہ ہے۔ کہ بندہ اپنے

و باطن اعضا، جوارح و قوی کو جس جس غرض کے لئے خدا تعالیٰ

عطا فرمایا ہے۔ ان میں صرف کرے۔ کیوں کہ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو

بھی حاصل نہ ہوتا۔ وَاللّٰهُ سُبْحٰنُهٗ الْمُرْفِقُ الرَّحِيْمُ الرَّحِيْمُ

(ہے) اس قسم کے علوم پوشیدہ اسرار میں سے ہیں۔ اگرچہ

ساتھ کیے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کا پوشیدہ رکنا ضروری

تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں۔ دوسرے یہ کہ وہ مشکل جو درپیش

وہ معاملہ عالم مثال میں تھا۔ ان دنوں میں وہ بھی حل ہو گئی

اور کوئی پوشیدگی نہیں رہی۔ شاید اس امر میں خواجہ معین الدین

رُومانیّت کا بھی دخل ہو گا۔ محمد معصوم بھی شاید اس مشکل کو

رکھتا ہو گا۔ والسلام  
 اس مکتوب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت

بہت زیادہ محبت تھی۔ اور ساتھ ہی تربیت کا بھی بے انتہا  
 ادبی و جہ ہے۔ کہ اپنی حین و حیات میں ہی حضرت مجددؒ نے  
 مدد و شاد پر بٹھا دیا تھا۔

نواب محمد محمود کی شخصیت

نقشبندیہ مجددیہ کی مرکزیت  
 آپ کی ذات سے وابستہ

روں کی تعداد میں روزانہ لوگ آتے۔ اور سلسلہ مجددیہ میں  
 لرتے۔ علماء، علماء، آپ کی مجلس میں ہر وقت موجود رہتے  
 ان راہ حتی دور دراز غیر ملکوں کا سفر طے کر کے آتے اور اپنی  
 بیاتے۔ اُمراء، وزراء کا بھی تانا باندا رہتا۔ آپ کا لشکر  
 وسیع تھا۔ صبح و شام قریباً پانچ ہزار آدمی آپ کے دسترخوان  
 مانا کھایا کرتے۔ اور کھانا بھی ہر ایک کو پر تکلف ملتا۔ دسترخوان  
 کا گوشت اور کبھی کبھی مرغ اور بٹیر کا گوشت بھی ہوتا۔

ہان کا لنگہ کی عقیدت مند اور لنگہ کی جہانوں

پیرے سال شہاب الدین شاہ جہان سریندر شریف اگر آپ سے  
 ہوا۔ چودھویں سال جلوس شاہ جہانی میں اورنگ زیب  
 لکھنؤ سے مشرف ہوا۔ پندرہویں سال جلوس شاہ جہانی



میں اور نگ زیب کی بہن روشن آرا بیگم اور سولہویں سال  
شاہجہانی میں روشن آرا بیگم کی بہن گوہر آرا بیگم نے سرسند  
پہنچ کر آپ سے نسبت قائم کی۔

۱۶۵۶ء میں اپنے بے شمار  
حج بیت اللہ شریف کے ساتھ حج بیت اللہ شریف

اختیار کیا۔ دو سال تک وہیں مکر مغلطہ اور مدینہ منورہ پھر سے  
وہاں بھی بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں منسلک  
رہے۔ اس دوران میں عالم اسلام کے ہزاروں صاحب  
بزرگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

صبح و شام خلقت کا بے پناہ مجوم  
دو سال کے قیام کے لیے آپ واپس سور

بندر گاہ پر آکر ٹھہرے۔ تو اس تھوڑے سے قیام میں ہزاروں اور  
لوگ سلسلہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ قریباً تیس ہزار آدمی  
حلقہ بیعت میں شامل ہوئے تھے۔ وہاں کے چند روزہ قیام کے  
وطن مالوف تشریف لائے۔ تو جہاں کہیں بھی قیام کر لیا  
ہوتا۔ ہزاروں لوگ سلسلہ میں داخل ہوتے۔ ہر جگہ ایک مجوم  
کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

بند شریف واپس پہنچ کر اپنے عقیدت مندان کے اصرار پر اپنے  
اشفات اور مکشوفات عربی زبان میں جمع کیے جس کا نام  
”حسنا الطریقین یا قوتِ اجماع“ رکھا گیا۔

یہ مکشوفات اور مکاشفات آپ کے مدارج عالیہ کے ایضاد  
جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا عمق کس  
مدد تھا۔

اتباعِ سنت کا خیال | آپ کے بھی مکتوبات شریف ہیں۔  
جن میں شریعت اور طریقت کی

بہت باریکیاں بیان کی ہیں۔ اتباعِ سنت کا حضور کو بہت زیادہ  
خیال تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں سنت نبویؐ کا خیال حد سے زیادہ  
کھتے تھے۔ صبح و شام کے اور اور سنت و برحمانت کے معاملہ  
میں ہی اتباعِ سنت کا پورا پورا خیال رکھتے۔ اپنے مریدین کو  
تاکید فرماتے کہ جو کچھ بھی ہے ”اتباعِ سنت“ میں ہی مضمر ہے  
تو ہی آپ کا بہت زیادہ تھا۔ مہارت اور پاکیزگی کے مسائل  
بہت خیال فرماتے۔ بے وضو ہرگز نہ رہتے۔  
طیبہ کا کثرت سے ذکر فرماتے۔ آیت کریمہ کا بھی و زور رکھتے۔

مجلس | آپ کی مجلس میں بہت زیادہ ہجوم رہتا۔ لیکن ہر ایک کے ساتھ ایک جیسا سلوک ہوتا۔ آپ کی مجلس میں امر

سلاطین کو بھی بڑی دقت سے بار ملتا۔ رعب اس قدر تھا کہ بڑے بڑے شہزادگان یا وزراء آپس میں گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ بغیر اجازت مجلس میں کوئی بڑے سے بڑا آدمی بول نہیں سکتا تھا۔ اگر کچھ کہنا ہوتا تو لکھ کر آپ کے پیش کر دیا جاتا۔ اگر مناسب تو اجازت دے دی جاتی۔ وگرنہ خاموشی اختیار کر لی جاتی۔ کشف و کرامات آپ سے بے انتہا سرزد ہوتے ہیں۔

دین حقہ کے اجرائی کا خیال | دین محمدی کے اجرائی کا

ہی وجہ سے آپ اورنگ زیب عالمگیر کی تخت نشینی کے دل سے متمنی تھے۔ روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی حاضری کے وقت یہ آرزو پیش کی گئی تھی۔ جو اسی وقت پوری ہو گئی۔

۹ لاکھ کے قریب آپ کے ہاتھ پر لوگ بیعت ہوئے اور رسالت ہزار خلفاء کی تعداد تھی اسکے علاوہ بہت سے سلاسل کے صاحبِ مجاز حضرات نے بھی آپ سے وابستگی اختیار کی۔

بروز دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۱۰۹۶ھ کو آپ نے وصال  
 فرمایا۔ حضرت مجددؒ کے روضہ کے شمال مشرق کی طرف  
 ہوئے جس پر ایک بہت بڑا قبہ روشن آراہ سلیم و خیر شاہ پھراں  
 نیا کر دیا۔ اور شمال کی طرف ایک عالی شان مسجد بھی تعمیر کروائی۔  
 قیوم ثانی امام محمد معصوم کمال عرۃ الوہاب کے چھ صاحبزادے  
 سچ صاحبزادیاں ہیں۔ یہ تمام صاحبزادگان ظاہری و باطنی علوم میں  
 نے روزگار اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے صاحب ارشاد تھے۔

## صاحبزادگان:

- ۱۔ حضرت محمد صبیح اللہ (۲۵) حضرت محمد تقی بندۃ اللہ قیوم ثالث
- ۲۔ حضرت خواجہ محمد عبد اللہ مرثیہ الشریعی (۲۶) حضرت محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ
- ۳۔ حضرت شیخ سیف الدین (۲۷) حضرت شیخ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ

# حضرت محمد صبیحہ الدین حضرت محمد مصوم

بن حضرت مجدد

ولادت ۱۰۳۲ھ

وصال ۱۲۱ھ

آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد بزرگوار سے کی بہت بڑے باکمال بزرگ ہو گزرے ہیں۔ حضرت قیوم ثانی نے خلافت عطا فرما کر کابل بھیج دیا تھا۔ آپ کی ولایت مسلمہ تھی۔ کابل میں ہی وصال ہوا۔ حضرت کے چار صاحبزادے اور اور سات صاحبزادیاں ہیں۔

جو بہت باکمال بزرگ اور صاحب کشف و کرامات ہوئے ہیں۔

# یومِ نالتِ حضرتِ واجہہ ماجدہؓ

## حضرتِ محمد مصومؓ بن حضرتِ محمدؐ

وصال ۱۱۱۴ھ

ولادت ۱۰۳۴ھ

ہری باطنی علوم میں آپ کا مقام

آپ ماورزا ولی اللہ تھے، آپ کے بارے

حضرت مجددؑ نے فرمایا تھا، کہ "مدارج میں میرا ہم پلہ ہوگا، علوم یہ میں منجھ عالم تھے، بہت بڑے مفسر سمجھے جاتے تھے، اورنگ پٹالکیر کو آپ سے بے انتہا عقیدت تھی، کئی ایک امرار کے ساتھ آپ کو وہی بلایا تھا، آپ کو خلافتِ قیوم ثانیہ عطا ہوئی تھی۔"

بہت بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، دور دور لوگ حضرت کی طرف کھینچے آتے تھے، آپ کا ہر فعل شریعت مطابق ہوتا تھا۔

بیت اللہ شریف | آپ نے حج کا ارادہ کیا، تو اورنگ زیب عالمگیر

نے سات جہاز سامان آپ کے ساتھ روانہ کیے۔ سات آنسو  
معتقدین آپ کے ہم سفر تھے۔ حرمین الشریفین میں الزارات و تہلیل  
کا ظہور ہوا۔ لکھو کھا انسان آپ کے حلقہٴ بیعت میں داخل ہوئے  
ہیئینے مدینہ منورہ ٹھہر کر واپس ہندوستان آئے۔

ان دنوں بعض و علماء کی بنا پر علمائے عصر نے حضرت مجدد  
مکتوبات شریف کے خلاف فتویٰ دیا۔ کہ ان مکتوبات کا پڑھنا  
بند کر دیا جائے۔ یہ خلاف شرع کلام ہے۔

بادشاہ کو اس فتنہ کی خبر ہوئی۔ دونوں گروہوں کے درمیان  
مناظرہ ہوا۔ مجددی گروہ نے شریعت کے مطابق جوابات و  
مخالفین کو اعتراض کی گنجائش نہ رہی۔ بادشاہ نے بھی غلط  
دور کرنے کے لیے۔ مناظرہ قائم کیا تھا۔ بہر حال یہ فتنہ فرو ہو  
مخالفین تہویل سے حضرت مجدد کے کلام اور ان کے کمالات  
کے قائل ہوئے۔

اورنگ زیب اکثر مصائب اور ہمتا کے وقت حضرت  
قیوم ثالث سے رجوع کرتا تھا۔ اور آپ کو مستجاب الدعوات  
جانتا تھا۔

دوبارہ حج بیت اللہ شریف | کچھ عرصہ کے بعد آپ دوبارہ



لیئے گئے۔ اور اپنے ساتھ اپنے پوتے (حضرت ابو العالی کے صاحبزادے) حضرت محمد زبیرؓ کو لے گئے۔ آپ نے اپنے پوتے کے بارے میں پیدائش سے پہلے ہی بشارت فرمائی تھی کہ ”قیومیت“ کے مقام کا حامل ہوگا۔ اور حضرت محمد زبیرؓ کو اپنا قائم مقام جانتے تھے۔

سفر حجاز میں ہر موقع پر اپنے اس نوجوان پوتے پر پوری پوری توجہ فرماتے۔ کچھ عرصہ مکہ منظمہ، مدینہ منورہ اور مین میں گزارا۔ بے انتہا لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔

کرامات آپ کی بے شمار ہیں۔ آپ ہر کام میں اتباع سنت کا خیال رکھتے نشست و برخاست، سونے، جاگنے، کھانے پینے میں بھی کوئی ایسی بات نہ ہوتی۔ جو سنت کے مطابق نہ ہو۔

۲۸ محرم ۱۱۱ھ  
کو وصال ہوا

مرآة السیرات خواجہ محمد عبید اللہ

بن حضرت محمد معصوم بن حضرت محمد

وصال ۱۰۸۳ھ

ولادت ۱۰۳۴ھ

آپ قیوم ثانی حضرت محمد معصوم کے تیسرے صاحب زادے  
آپ مادر زاد ولی اللہ تھے اور حضرت سروۃ الوثقیٰ کو آپ سے  
انتہا محبت تھی۔

ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل | ظاہری و باطنی تعلیم آپ  
اپنے والد بزرگوار کا مسلک

سند ارشاد پر ۱۰۴۹ھ میں حضرت قیوم ثانی نے اپنی زندگی میں  
بہٹا دیا تھا۔ علمائے عصر اور مشائخین وقت آپ کے حلقہ ارادت  
میں داخل ہوئے۔ بہت زیادہ حلیم الطبع تھے۔

اورنگ زیب عالمگیر | اورنگ زیب عالمگیر  
آپ سے بہت عزیز تھے

تھی۔ بہت کوشش سے آپ کو دھسی بھوایا۔ اور

والی کے لیے شہزادہ معظم المعروف بہادر شاہ اول  
 اکین سلطنت بھیجا بہت عزت و احترام کیسے رکھا گیا  
 سے پسند و نصائح سننا بہت۔ اور ان پر عمل کرتا۔

**ولعوی** آپ بہت زیادہ متقی پیرگار تھے۔ ایک دفعہ  
 حج کے لیے ارادہ فرمایا۔ لیکن حالات کے تحت

ادہ بدل گیا۔ آپ نے حج کا جملہ اندوختہ راہ لٹھ صرف کر دیا۔  
 س کے لیے بہتر مصرف ہی سمجھا۔ کہ مسجد تیار کر دی جاوے چنانچہ  
 عالیشان مسجد اور حوض تیار کر دیا۔

آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ شریعت  
 بہت زیادہ پاس تھا۔ ہر بات میں اتباع شریعت کا خیال  
 تھے۔

**سال** آپ اکثر بیمار رہتے۔ تپ و رق کا مرض تھا۔ بادشاہ  
 وقت نے بھی بہت علاج کر دیا۔ کوئی افاقہ نہ ہوا۔

۱۱۰۳ ربيع الاول ۱۰۸۳ ھ جمعہ کے روز عین اشراق کی نماز میں  
 تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے۔

وصال کے وقت آپ کی عمر صرف چوالیس سال کی تھی۔

آپ کی اولاد میں صاحب زادے اور تین صاحب زائیاں ہیں

اک کے

صاحب زادے جن سے آگے نسل جاری ہوئی ہے

(۱)

حضرت شیخ محمد ہادی رحمۃ اللہ علیہ

(۲)

حضرت خواجہ محمد پارسیا رحمۃ اللہ علیہ

(۳)

حضرت شیخ محمد سالم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد اشرف بن حضرت محمد مصوم

بن حضرت مجید

تہ ۱۰۲۱ھ

وصال ۱۱۱۷ھ

آپ قیوم ثانی رو

عروۃ الوثقیٰ کے چوتھے فرزند تھے۔

آپ علوم ظاہری میں متبحر عالم تھے، اور بہت سی کتابوں پر حاشیے تحریر کیے ہیں۔

علوم باطنی میں حضرت والد بزرگوار سے

صاحب مجاز تھے، بے شمار لوگ

آپ کے حلقہ تبعیت

داخل تھے۔ اتباع سنت کا ہمیشہ خیال رکھتے، بے شمار

ت آپ سے سرزد ہوئی ہیں۔

آپ کی اولاد چار صاحب زاوے اور تین صاحب زاویاں

حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہ

بن حضرت محمد معصوم بن حضرت محمد

ولادت ۱۰۵۵ھ وصال ۱۰۹۵ھ

ولادت سے قبل آپ کے متعلق پیر گویا  
آپ مادر زاد و  
تھے۔ پیدائش

قبل بہت سی بشارات آپ کی والدہ کو بتائی گئیں۔ اور  
بزرگوار کو بشارت دی گئی۔ کہ حضرت مجدد الف ثانی کے  
کمالات اور خصائص کی مرکزیت آپ کی ذات سے وابستہ  
کردی گئی ہے۔

علوم ظاہری میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ علوم  
میں حضرت کو حضرت مجددؑ کے کمالات سے وافر حصہ  
ہوا ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر کی آپ سے عقیدت  
اورنگ زیب عالمگیر نے آپ سے

رہ بہت اصرار کے ساتھ بلوایا تھا۔ آپ قیوم ثانی حضرت محمد  
 کے حکم سے تشریف لے گئے لیکن قلعہ میں داخل نہیں ہوئے  
 یہ کہ خلاف شرع اصنام کو بادشاہ نے مسخ نہیں کر دیا۔  
 قصہ دس روز سے آپ کو بہت زیادہ نفرت تھی۔ اور اس کو  
 لڑنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ بڑی بڑی محافل سے ان بدعات  
 ج کچھ عرصہ کے لیے ختم ہو گیا تھا۔

**پرتو کار اور بارعب شخصیت**  
 رعب کا یہ عالم تھا کہ  
 بادشاہ اور امرا بات

کرنے کی جرأت نہ کرتے تھے۔ اور ہمیشہ باادب رہتے تھے۔  
 سے لوگ آپ کی اس شان و شوکت اور رعب و داب کو  
 محسوس کرتے۔ لیکن آپ کی روحانیت کے اس قدر قائل  
 کہ حرف شکایت زبان پر نہ لاسکتے تھے۔ آخر سرش  
 بزور آپ کی روحانیت سے خود بخود مرعوب ہو جاتے تھے۔  
 آپ میں جذب بہت زیادہ تھا۔ اکثر لوگ آپ کی توجہ  
 بے اختیار ہو جاتے۔ ہزار ہا لوگ دور دور سے آکر  
 سے فیض حاصل کرتے۔ کرامات بے انتہا آپ سے  
 ملی ہیں۔



آپ نے بیت تقوٰی عمر پائی ہے۔ اس کے باوجود  
کہ فیضانِ مسلمہ ہے، اور مجددیۃ کمالات و خصائص کے  
آپ کی ذات مختص ہے۔  
آپ کی اولاد، ائمہ صاحب زادے اور چچو صاحب  
تھیں۔

# حضرت شیخ محمد صدیق بن حضرت محمد معصوم بن حضرت محمد

تصال ۱۱۳۰ھ

ت ۱۱۳۰ھ

آپ قیوم ثانی کے چھٹے صاحبزادے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی  
نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیے۔  
آپ کی ولایت مسلمہ تھی۔ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ اور پیدائش  
قبل بشارت بھی آپ کے بارے میں دی گئی تھی۔  
والد بزرگوار کے بعد آپ حج کے لیے گئے۔ وہاں ہزاروں  
لاکھوں دور دراز کے مشائخین نے آکر آپ سے بیعت کی۔  
ہی پر آپ نے رہی میں قیام کیا۔

سید عبدالباسط  
از اولاد حضرت

سید عبدالباسط بغدادی کا آپ سے رجوع

ش الا عظم و محض بلقائے ربانی آپ کی تلاش میں بغداد سے چلے  
رے ہوئے۔ اور شاہجہان آباد آکر آپ سے بیعت کی۔

دہلی میں آپ کا انتقال ہوا، لیکن نعش مبارک سرسبز شہر  
 لائی گئی۔ آپ کی اولاد دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔  
 قوم ثانی حضرت محمد معصومؑ کی پانچ صاحبزادیاں بھی علوم  
 و باطنی میں یکتائے روزگار تھیں۔ اور انہوں نے خواتین میں تبلیغ اس  
 کی خدمات سرانجام دیں۔

حضرت محمد معصومؑ کے  
 حضرت امام محمد معصومؑ کی تعداد سات ہزار تھی۔

یہ بھی حضرت کے تصرف میں داخل تھا۔ کہ صرف ایک مہینہ  
 کی خدمت میں بیٹھنے سے سلوک باطنی اور کمالات ولایت  
 ہو جایا کرتے تھے۔

# حضرت خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد

حضرت مجددؒ کے چوتھے صاحبِ جزا وے ہیں۔ آپ گیارہ سال کی  
میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے۔ مادرِ زاد ولی اللہ تھے۔ حضرت  
مجددؒ نے اپنے ایک کھڑب میں درج فرمایا ہے کہ گیارہ  
سال کی عمر میں ہی مدارج طے کر رہا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ  
کے عذاب سے بہت ڈرتا رہتا۔ اور ہمیشہ یہ دُعا  
کرتا رہتا کہ لڑکپن میں ہی مر جاؤں۔ تاکہ آخرت  
کے عذاب سے نجات پاؤں

# حضرت محمد علیؑ بن حضرت محمدؐ

آپ حضرت مجدد کے پانچویں صاحبزادے ہیں۔ صرف آٹھ سال  
میں راہی ملک بقاء ہوئے۔ کشف و کرامات کا یہ عالم تھا کہ لوگ  
اس کم عمر صاحبزادے سے سفر میں روانہ ہونے کے وقت مل  
جا یا کرتے۔ اور آپ ان کو واردات قلبی سے آگاہ فرما دیا کرتے  
مسجد میں ایک روز کھیلنے کھیلنے دوزخیوں اور بہشتیوں کی  
جوئیوں کو علیحدہ علیحدہ ترتیب دینے لگ گئے تھے۔  
حضرت مجدد نے یہ دیکھ کر کہ لوگ عمل سے بیمار نہ ہو  
جاویں۔ فوراً اگر تمام جوئیوں کو اکٹھا کر دیا۔ اور  
فرمایا۔ "برکشف کشفش بایدزد"۔

# حضرت محمد شریفؐ ان حضرت مجددؑ

آپ

حضرت مجددؑ کے چھٹے صاحبزادے  
تھے۔ صرف دو سال کی عمر  
پائی تھی۔ شیرخوارگی میں ہی  
بہت سی عجیب و غریب  
باتیں آپ سے دیکھنے میں  
آئی تھیں۔

# حضرت شیخ محمد سعید بن محمد

۹۶ سال

۶

ولادت ۱۰۲۲ھ

آپ حضرت مجدد کے ساتویں صاحب زادے ہیں۔ آپ صرف ۹ سال کے ہی ہوئے تھے کہ حضرت مجدد کا وصال ہو گیا۔ ظاہری باطنی علوم کی تکمیل آپ نے قوم ثانی سے کی۔ آپ کی تلمیذی خواجہ عبید اللہ المعروف خواجہ خورد (صاحب زاد حضرت خواجہ باقی باللہ) کی صاحب زادی سے ہوئی۔ آپ کی اولاد تین صاحب زادے اور ایک صاحب زادی تھی۔ آپ کا زہد و تقویٰ مسلمہ تھا۔ اتباع سنت کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔ ۲۷ جمادی الثانی ۱۰۹۶ھ کو آپ نے وصال فرمایا۔



# حضرت مجددؒ کی صاحبزادیاں :-

- ۱۔ ایک شیرخوارگی کی حالت میں فوت ہو گئی۔
- ۲۔ دوسری اُم کلثوم چودہ سال کی عمر میں انتقال فرما گئی۔
- ۳۔ تیسری خدیجہ زمان زندہ رہیں۔ انہوں نے سلوک اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ حضرت مجددؒ نے آپ کی ولادت و کمالات کی خوشخبری بھی دی تھی۔ بے حد نیک اور مستحق ہیں۔ آپ کا نکاح حضرت مجددؒ نے اپنے برادر زادہ حضرت عبدالقادر سے کر دیا تھا۔

حضرت مجددؒ الف ثانیؒ پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔ کہ اولادِ مجددیہ کے افراد علم و فضل میں یکتائے روزگار تھے۔ ان کے علم و عمل کو علمائے معاصرین نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے۔ باطنی علوم میں حضرت مجددؒ کی اولادیں ہر فرد ولی اللہ ہو آئے۔ شاہان وقت

ہمیشہ ان کا احترام کرتے رہے۔ اور ان سے وابستگی رکھتے رہے۔  
 یہ خصوصیات کسی اور خاندان میں نہیں ہیں۔ بالخصوص تبلیغ و اہم  
 اداء حیات کے اسلام کے سلسلہ میں اس خاندان کی کوششیں قابل  
 ستائش ہیں۔ زینوی جاہ و شہم نے ہر لمحہ ان حضرات کے دروازوں  
 کو آکر کھٹکھٹایا ہے۔ لیکن حضرت مجدد کے کمالات ولایت کا تصور  
 سمجھنے کے خاندان عالیہ کے ہر فرد نے اس دنیوی سیم و زر کو اپنے  
 قریب آنے نہیں دیا۔ بلکہ فقر و استغناء کے آباؤ اور موروثی  
 پر بیٹھ کر تبلیغ دین حقہ کا کام کیا۔

یوں تو حضرت مجدد کے صاحبزادگان کی اولاد در اولاد میں  
 تمام صاحب ولایت پیدا ہوتے رہے۔ اور کوئی بھی فرد اس خاندان  
 کا ایسا نہیں گذرا۔ جس کی ولایت کو تسلیم نہ کیا ہو۔ اور ان کو صاحب  
 نشین مسند تلقین و ارشاد نہ سمجھا ہو۔ البتہ یوم ثانی حضرت محمد  
 قدس سرہ کے پڑوتا۔ حضرت خواجہ محمد نقشبند حجتہ اللہ و یوم ثالث  
 کے پڑوتا۔ حضرت ابوالعلی رحمۃ اللہ کے صاحبزادے یوم رابع حضرت  
 محمد زبیر قدس سرہ کا ذکر نہایت اختصار سے کر دینا ضروری ہے  
 کیوں کہ حضرت محمد زبیر حضرت مجدد کے بعد دوسری صدی ہجری  
 گیارھویں صدی کے مجدد تسلیم کیے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

Handwritten Urdu text, mostly illegible due to blurring and low contrast. Some faint characters are visible along the left margin.

# حضرت محمد زبیر بن حضرت ابو العالی بن ت محمد نقشبند بن حضرت محمد مصوم بن حضرت محمد

آپ حضرت ابو العالی کے صاحبزادے ہیں۔ ۵۔ ذیقعد بروز دوشنبہ  
۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ولادت سے پہلے بہت سی بشارات معلوم ہوتی  
تھیں۔ یوم ثالث حضرت محمد نقشبند حجۃ اللہ آپ کے دادا نے فرمایا۔  
بشیر اور آئندہ اولیائے عظام اور صوفیائے کرام کے کمالات  
میں ودیعت کیے گئے ہیں۔

**بچپن کا واقعہ ہے کہ آپ کے گھر والوں نے**  
**آپ کے حال** دیکھا کہ ایک اژدھا نے آپ کے ہاتھوں  
پاؤں کو چومنا اور پھر اچانک غائب ہو گیا۔

آپ عالم شیر خوارگی میں عام بچوں کی طرح رویا نہ کرتے  
تھے اور نہ ہی ہر جگہ پیشاب وغیرہ کرتے۔ جسم کو کبھی ننگا نہ ہونے  
دیتے۔

چار سال چار ماہ کی عمر میں بسم اللہ کروائی گئی بہت چھوٹی

عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ آپ پر مذہب غالب رہتا تھا  
 باطنی احوال وارد ہونے کی وجہ سے آپ کا رنگ اکثر متغیر ہو  
 اور جسم کا پینے لگ جاتا، اور کبھی کبھی بے ہوش بھی ہو جاتا  
 آپ کے دادا قیوم ثالث جب دوسری بار حج کے لیے  
 تو اس صالح نوجوان کو بھی ساتھ لے گئے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ایکے اوقات  
 مکہ معظمہ میں  
 کا یہ دستور ہے

کثرت سے نوافل ادا کرتے۔ مراقبہ کی یہ عادت ہوتی۔ کہ اوصی رات  
 کے کبھی اوقات چاشت تک مراقبہ فرماتے۔ صرف فجر کی نماز  
 باجماعت پڑھ لیتے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ  
 بھی آپ دن رات مراقبہ فرماتے۔

ہندوستان اور کابل کے مشائخ وقتاً بہ وقت سے جو  
 کچھ

جب قیوم ثالث واپس ہندوستان تشریف لائے۔ تو بے شمار  
 لوگ حضرت قیوم ثالث کی خدمت میں حصول فیض کے لیے  
 ہوئے۔ حضرت ان کو اپنے نوجوان پوتا حضرت محمد زبیر کے  
 دیتے اس پھولٹی سی عمر میں آپ کی توجہ کا یہ عالم تھا کہ بڑے

بن آپ کی توجہ کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اُس وقت آپ کی عمر  
 اکیس سال کی تھی۔ آپ کابل بھی تشریف لے گئے۔ اور شاہین  
 آپ کے مراقبہ میں آکر فیضیاب ہوتے۔ اور ہزاروں صبح و شام  
 لے حلقہ ارادت میں شامل ہوتے جاتے۔

مشاہد المعروف بہادر شاہ اول کی سے عقیقت اور نگ زیب  
 کے انتقال

س کے بیٹوں میں خونریز جنگ ہوئی۔ منظم شاہ المعروف بہادر شاہ  
 سے بے انتہا عقیدت رکھتا تھا۔ آپ نے اُس کے حق میں دعا  
 کی۔ اور یہی شاہزادہ ہندوستان کے تخت و تاج کا وارث

کچھ دنوں کے بعد آپ لاہور تشریف لے  
 گئے۔ ہزار ہا لوگ آپ کے حلقہ ارادت

شامل ہوئے۔ اور بہتوں نے مدارج طے کر کے خلافت حاصل

دائیں سرسند تشریف آئے اور کچھ  
 دن ٹھہر کر آپ شاہجہان بادشاہ

اور غیر آباد جگہ میں سکونت اختیار کی۔ لیکن آپ کی وجہ سے



دہ غیر آباد علاقہ ایک اچھا خاصا شہر بن گیا۔

آپ کی مجلس میں کوئی شخص بغیر اجازت بات نہیں کر سکتا  
بڑے بڑے امراء و وزراء دم بخود رہتے تھے۔

نادر شاہ درانی کا وہلی میں قتل عام | انہی دنوں نادر شاہ  
نے وہلی پر حملہ کیا

کچھ نامہ پاتی کی وجہ سے قتل عام شروع کر دیا۔ لوگ ہراساں اور  
پریشان تھے۔ آپ کے پاس دعا کے لیے مہتی ہوئے۔ آپ  
مراقبہ فرمایا۔ اور کہنے لگے کہ یہ فتنہ جلدی فرو ہو جاوے گا۔ اللہ  
ایسا ہوگا کہ جس محلہ میں آپ سکونت رکھتے تھے۔ وہاں کسی  
کوئی گزند نہیں پہنچا۔

کشف کرامات | حضرت سے بے شمار کرامات صادر ہوئی  
ہیں۔ بعض لوگوں نے آپ کو خانہ کعبہ

مجا کرتے دیکھا۔ لیکن حقیقت میں آپ ہندوستان میں ہی موجود  
تھے۔ اسی طرح بے شمار واقعات ہیں۔ جو اطناب کی غرض سے  
دینے گئے ہیں۔

اسم ذات کے مراقبہ کے الوارات | آپ کے دادا حضرت محمد  
قیوم ثالث نے آپ کو

یست کی تصدیق فرمائی ہے۔ آپ نے حضرت مجددؑ کے اُس  
 لی تصدیق فرمائی ہے۔ کہ اسم ذات کے مراقبہ کے بعد سالک کے  
 پر ایک ایسا نور غالب آجاتا ہے۔ کہ اگر اُس کو بہت کوشش کے  
 قول سے ہٹایا جاوے تب بھی نہیں ہٹ سکتا۔ خواہ مدوں  
 کیوں نہ لہر کر دی جاویں۔ سلوک کے راستہ میں یہ پہلا قدم ہے  
 آپ نے فرمایا، کہ حقیقت میں معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ کہ کوئی خطرہ  
 لاحق ہو ہی نہیں سکتا۔ — آپ بے انتہا عبادت  
 گزار تھے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی یاو خدا سے غافل نہ  
 ہوتے۔ حد درجہ کے متقی پر سیر گزار تھے۔ نشست و  
 رناست، خورد و نوش اور دیگر معاملات میں اتباع  
 سنت کا خیال رکھتے تھے۔

— ولقعد ۱۱۵۲ھ —

کو اشراق کے وقت دہلی میں انتقال  
 فرمایا۔ نعش مبارک سرسبز شریف  
 میں لائی گئی۔



اُمّ السُّلَاطِمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الحمد لله رب العالمین  
والصلاة والسلام على  
محمد وآله الطیبین الطاهرین  
الطاهرات

حضرت مجددؒ نے جس طریق سے اکبری الحاد کو ختم کیا، اُس کا ذکر  
لذاتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔

یعنی تیسرا گروہ جس کو تبلیغ و اشاعت دین حقہ کیلئے انتخاب  
لیا تھا، وہ اکبر اور جہانگیر کے عہد کے متذین امراء اور اراکین  
ملطنت تھے۔ حضرت مجددؒ نے ان کو ذمہ داری کا احساس دلا  
ان سے شریعت عزا کی ترویج کا کام لیا۔ یہ وہ صاحب ثروت  
طوت لوگ تھے، جن کے بل بوتے پر اکبر اور جہانگیر ملک گیری،  
مد ملک وانی میں نام پیدا کر رہے تھے۔

والبتگان حضرت مجددؒ کی فہرست بہت طویل ہے، چند  
یہ نام نیچے لکھ دیئے جاتے ہیں۔

## مرائے سلطنت :

خان اعظم، قلیج خاں، فرید خاں، مہابت خاں، جباری خاں،  
سلام خاں، سکندر خاں، حکیم فتح اللہ خاں، شیخ عبدالوہاب،  
سید محمد اختر، جعفر خاں لودھی، مرزا بدیع الزمان، خاں جہاں،  
سید احمد، خضر خاں، خانخاناں، مفتی صدر جہاں وغیرہ.....  
ان میں سے اکثر حضرت مجددؒ سے بیعت تھے۔ چند ایک ایسے

تھے جو شروع میں حضرت خواجہ باقی باللہ رو کے مرید ہوئے۔ لیکن  
 حضرت خواجہ نے تعلیم و تربیت کی غرض سے حضرت مجدد کے سپرد  
 کر دیا۔ اور بعد میں بقاعدہ حضرت مجدد سے فیض حاصل کرتے رہے  
 صرف تبلیغِ خاں اور فرید خاں دو ایسے اراکین سلطنت میں جو آخر  
 تک حضرت مجدد کے سپرد بھائی رہے۔ باقی ہمدان کو بھی حضرت  
 مجدد سے نیاز مندانہ وابستگی تاحین و حیات رہی۔ اور اسی کو سر  
 نجات سمجھتے رہے۔

حضرت مجدد نے مکتوبات سے ان سب کو نوازا ہے جس  
 میں شریعتِ غزالی کی ترویج کا ذکر بالخصوص کیا ہے۔

## حضرت مجدد کی صحبت کا اثر

قاعدہ اور دستور چلا آ رہا ہے  
 کہ ہر عیب کہ سلطان پسند

ہے نصرت " لیکن حضرت مجدد کی توجہ اس قدر غالب تھی کہ یہ  
 سلطنت شاہان وقت کے عقائد کے علی الرغم دینی اور روحانی  
 مرکز سے نہیں ہٹتے تھے۔ آخر شہ حضرت مجدد کے فیضِ صحبت  
 یہ اثر ہوا کہ بالتدریج طبقہ امرا میں ترویج دین حقہ کی لہر پھیلی

مکتوبات شریف میں مندرجہ اسطریق | حضرت مجدد کے اثر  
 ان امراء سلطنت



مکتوبات میں مخاطب کرنے کا جو طریق اختیار کیا ہے۔ وہ فن خطابت  
 ماہیت الرفع مقام رکھتا ہے۔

پند و وعظ کے ساتھ ساتھ ان کے مراتب کا بھی خیال رکھتے اور  
 تذکیر و تبلیغ کو موثر کرنے کے لئے حسب مراتب کسی صاحب  
 قیاج شخص کی سفارش اس انداز سے فرما جاتے جو مکتوب الیہ  
 شرعی سنن و مستحبات کی ادائیگی سے آسان تر معلوم ہوتی ہے لیکن  
 حقیقت میں اس سفارش کے اندر مکتوب الیہ کی خفۃ صلاحیتوں  
 و خوبیوں کو بیدار کر کے اسے میدان عمل میں لانا مقصود ہوتا تھا۔  
 مثلاً یہ تحریر فرمانا کہ شریعتِ غزاکے ترویج کے لئے قاضی کا عہدہ  
 و نا ضروری ہے۔ اور اس عہدہ کے لئے فلاں شخص مستحق ہے۔

غیرہ وغیرہ.....

یہ اس قسم کی صورت ہے کہ کسی صاحب اختیار شخص کو ذمہ داری  
 احساس دلا کر اس کو ذمہ داری طور پر میدان عمل میں لانا ہوتا ہے۔

بالفاظ دیگر حضرت محمدؐ ان اُمراء سلطنت کو مراتب  
 کے پیش نظر داروے تبلیغ کو شکر الود کوئی کی صورت میں  
 بنا کرتے تھے تاکہ ذوداثر ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے

کہ موعظت میں حکمت کا ہونا ضروری ہے۔

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَاللَّيْطَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ  
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

راپ اپنے رب کی راہ کی طرف عمل کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ  
بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔

امرائے سلطنت کو ذمہ داری کا احساس دلا کر شریعت عزا کی  
ترویج کے لئے تیار کرنا بہت بڑا کام ہے۔ اراکین سلطنت کے قلب  
و فکر کو صحیح رخ پر ڈالنے کی کوشش جس انداز سے حضرت مجدد  
کی ہے۔ وہ "فراست المؤمن" کے بغیر محال ہے۔ وگرنہ ہی خان  
اور میراں صمد بہان تھے۔ جو اکبری الحاد کے خلاف کھڑے ہوئے  
تھے۔ لیکن بعد میں اکبر کے معتقد بن گئے تھے۔

ترغیب و تشویق کا طریق | اسی طرح فرید ماں اور سیلج ماں  
مریدین حضرت خواجہ باقی با

کو اشاعت دین حقہ کے لئے ترغیب و تشویق دلاتے رہنا حضرت  
مجدد کا بہت بڑا کام ہے۔ کیوں کہ نیکی کی حمایت اور برائی کی  
میں اگر کوئی آواز نہ اٹھے۔ تو اکثر طبیعتوں میں نیکی کرنے کا جذبہ پڑھ  
ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن حضرت مجدد نے پیہم مکتوبات سے ان

---

---

ملطنت کے جذبات کو انجیلا بخشنا تاکہ دین حقہ کی صحیح ترویج ہو سکی

وایستگان حضرت مجدد کا ذکر کرنا بہت مشکل ہے۔ صرف چند  
نام اور کا ذکر اجمالاً کر دیا جاتا ہے۔

# خانخانان عبدالرحیم خاں

بیرم خاں کا لڑکا تھا، جو اکبری اور جہانگیری عہد کا بہترین جنرل اور عہدہ دار تھا، عربی، فارسی، ترکی، ہندی زبان پر پورا پورا عبور تھا چند مکتوب آپ کی طرف لکھے ہیں۔  
حضرت مجددؑ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

”دو لہندوں کیلئے تو واضح زیبا ہے اور فقرا کیلئے اللہ  
اور بے نیاری کیونکہ علاج ضد سے ہوا کرتا ہے، آپ  
خطوط سے استغنائظا ہر ہوتا ہے، اگرچہ آپ کا عسا تو  
ہو پیشک آپ نے فقراء کی خدمت کی ہے مگر ان  
ادب کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے، تاکہ خدمت  
کا صلہ ملے، القیاء تکلفات سے بے بی ہوتے ہیں،  
مشکرتین کے ساتھ بیگتر سے پیش آیا کرتے ہیں۔“

# خانِ وعظائم

اکبر کا رضائی بھائی تھا۔ شروع میں اکبر کے عقائد کے خلاف آواز اٹھائی۔ میر صدر جہاں نے بھی ساتھ دیا۔ اکبر نے ہردو کو مجبور کر کے کہ معظّمہ بھیج دیا۔ لیکن پس آنے پر اکبر کے نیازمندان میں شامل ہو گئے۔

یعت تدین کی طرف راجب تھی۔ ابو الفضل سے چشمک لیا۔ اور آپ اسی کو اکبری الحساد کا سرچشمہ سمجھتے تھے۔

۱۶۰۱ء جب ابو الفضل راجہ نرسنگھویہ کے ہاتھوں قتل ہوئے تو آپ نے ”تین اعجاز نبی اللہ سر باغی برید“ سے ابو الفضل کے قتل کی تاریخ نکالی۔

اکبر کے انتقال کے بعد حضرت مجدد سے وابستگی

بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ حضرت مجدد کے مکتوبات شریف میں آپ کے نام مکتوب ہیں۔

# مفتی صدر ہمالیا

اکبر اور جہانگیر کے عہد کے مفتی ہیں۔ آپ کو حضرت مجدد  
نے مکتوب تحریر فرمائے ہیں، ان میں شریعت اور  
طریقیت کے غوائل شرح اور لہجہ کے ساتھ بیان کئے  
ہیں۔

# خان ہمالیا

سیرم خاں کے خواہر زادہ ہیں۔ اکبری اور جہانگیری عہد  
کے بہت بڑے عہدہ دار تھے، حضرت مجدد نے ایک  
طویل مکتوب آپ کے نام لکھا ہے۔

# مہابھیشاں

جہانگیر کے عہد کا بہترین جرنیل جس نے حضرت مجدد رو کی  
ادبی پر بغاوت شروع کر دی تھی۔ اور پھر حضرت مجدد رو کے  
نے پر جہانگیر کی اطاعت اختیار کر لی۔ آپ کے نام بھی  
ت مجدد رو کا مکتوب ہے۔

# تسلیم حال

اکبری دور کے بہترین جرنیل اور عہد جہانگیری کے بڑے سے  
بیدار تھے۔ حضرت مجدد رو کے پیر بھائی تھے۔ لاہور کے صوبیدار  
رہے ہیں۔ حضرت نے انہیں اجرائے شریعت کے بارے  
میں مکتوب میں تحریر فرمایا ہے۔



” آپ کا شکر زیادہ کرنا ہوں کہ لاہور جلسے شہر میں  
 آپ کے وجود سے بہت سے احکام شرعیہ نے روار  
 پالیا ہے۔ دین کو تقویت اور ملت بیضی کی تائید  
 ہوئی ہے۔ شہر فقیر کے نزدیک ہندوستان کے تمام  
 شہروں میں قطب ارشاد کی حیثیت رکھتا ہے  
 اس شہر کی خیر و برکت تمام شہروں پر اثر ڈالتی  
 اگر اس شہر میں دین کو فروغ ہوگا تو سب جگہ وہ  
 کو فروغ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امداد فرمائیں  
 اسی طرح اور بے شمار خطوط ہیں جو حضرت مجدد نے  
 سلطنت اور صاحب اثر حضرات کو دین کی ترویج کے بارے  
 میں لکھے ہیں۔

حقیقت میں حضرت مجدد کے وجود نے الہامی اور جہاں  
 عہد کے قریباً تمام مہدہ داران کو بالتدریج شریعت مبرا کی

راحیا کے اسلام کے لیے تیار کر لیا تھا۔ حضرت مجدد کے صاحبزادگان  
رضوانہ نے حضرت مجدد کے اس لقب العین کہا پوری پوری دیکھ  
ال کی اور بلا خوف تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مجدد کے  
جہزادگان اور غنائے وہ کام کیا ہے جو کسی دوسرے خاندان

سے ہرگز نہیں بن پڑا۔  
ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ





حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ  
ہے ہر ایک کے حالات اگر لکھے جائیں تو ایک علیحدہ کتاب  
تیار ہو جائے گی۔ اس لیے چند ایک کے حالات اجمالاً  
تحریر کر دیئے جاتے ہیں۔



# شیخ طاہر لاہوری

آپ حضرت مجدد کے بڑے ضفاد میں سے ہیں۔ بہت متقی اور  
مترکارتھے۔ کثرت سے مجاہدات کرنے والے تھے۔ صلا کی روزی  
نا کر کھاتے اور۔ اہل دنیا سے دور رہا کرتے تھے۔

ایک صبح حضرت مجدد نے ماضین سے فرمایا، کہ دوستوں  
میں سے ایک دوست کی پیشانی پر "شقی" لکھا ہوا دیکھا ہے تمام  
ماضین ڈر گئے۔ کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا، کہ شیخ طاہر لاہوری  
بد بختی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ یعنی آپ نے زنا رہین لیا۔ اور  
ہلک لگا لیا۔ حضرت مجدد کو اس بات کی جب تصدیق ہوئی، تو آپ  
نے بارگاہ الہی میں نہایت خضوع و خشوع سے دعا کی کہ، اللہ العالمین  
شیخ طاہر کی شقاوت کو سعادت سے بدل دے۔ اور لفظ "شقی"  
کو سعید کر دے۔ چنانچہ حضرت مجدد کی دعا قبول ہوئی۔ اور  
حضرت شیخ طاہر لاہوری سے شقاوت دور ہوئی، اور سعادت  
حیث ہوئی، حضرت کی توجہ خاص سے مقامات بلند پر فائز ہوئے۔

حضرت مجددؑ نے آپ کو نقیبن دارشاد کی خاطر لاہور بھیج دیا  
آپ ہر سال پاپیادہ حضرت کی خدمت اقدس میں سرسبز شریف  
ہوا کرتے۔ مزار شریف لاہور میں ہے۔

## مشہور عالم الدین شہباز پوریؒ

آپ حضرت مجددؑ کے بڑے خلیفہ ہیں۔ آپ ہی کو حضرت  
اگرہ فوج میں تبلیغ و اشاعت کے لیے بھیجا تھا۔ جہاں فوج  
بہت سے عہدہ داران حضرت کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے  
تھے۔

آپ بہت عبادت گزار تھے۔ تقویٰ پر ہرزگاری میں  
حیثیت رکھتے تھے۔

آپ کا مزار شہباز پور میں ہے۔



## خواجہ بہار شمس الدین برہان پوری

آپ حضرت مجدد کے معروف خلیفہ ہیں، مکتوبات شریف  
میسری جلد۔ آپ نے ترتیب دی تھی، بہت سے مکتوبات  
پا کے نام ہیں، جن میں شریعت اور طریقت کے نکات بیان  
کئے گئے ہیں۔ آپ شاعر بھی تھے، لیکن اکثر شعر اپنے شیخ کی  
ح میں ہوتے تھے، آپ کا مزار برہان پور ہے۔

## میر محمد عثمان بدشتی

آپ پہلے خواجہ باقی باللہ کے مرید تھے، بعد میں حضرت مجدد سے  
معت کی اور حضرت کی نظر کیسے سعادت کی بدولت مدارج علیہ حاصل  
کئے، آپ مسطور پر صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے، آپ کا مزار

اگر میں مرجع خاص و عام ہوں۔

## حضرت مولانا یوسف عمر قدسیؒ

آپ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے مرید تھے۔ لیکن حضرت خواجہ نے آپ کو حضرت مجددؒ کے پیرو کیا تھا۔ اور ساتھ ہی سفارش بھی کی کہ آپ کا کام حسب خواہش سرانجام ہو جاوے۔ ابھی اتنا ہی مناظر میں تھے کہ وصال کا وقت قریب آ گیا۔ حضرت مجددؒ اس وقت تشریف فرما ہوئے۔ اور خاص توجہ فرمائی۔ چنانچہ وصال پہلے پہلے آپ کے ہمدردانچ طے ہو چکے تھے۔

## حضرت مولانا صالحؒ

آپ حضرت مجددؒ کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ بالخصوص فیوضات حصول کے لئے بے حد متمنی رہتے تھے۔ ایک روز حضرت مجددؒ

وسنو کا بچا ہوا پانی پی لیا۔ پیتے ہی القباض جاتا رہا۔ اور علاج  
ہوتا شروع ہو گئے۔ آپ نے حضرت مجددؑ کے بارے میں ایک  
ب بھی لکھی ہے۔

## حضرت مولانا امجد علیؑ

آپ نے حضرت مجددؑ سے ایک ہفتہ کی ملاقات میں خلافت  
صل کی، اور حضرت کے ارشاد کے مطابق خراسان میں تبلیغ و  
ناعت دین حقہ کے لئے چلے گئے، آپ کی وجہ سے اس علاقہ  
سلسلہ مجددیہ کی بہت زیادہ ترویج ہوئی۔

## شخصی منزل

آپ حضرت مجدد کے بڑے فیض تھے۔ اور بہت بڑے متعلم  
پرہیزگار تھے۔ جلوت و خلوت میں اکثر حضرت مجدد کے ساتھ رہے۔  
اتباع سنت کا آپ کو بہت زیادہ خیال رہتا، زیادہ عمر آپ  
نہیں پائی۔ اتفاقاً ایک پہاڑی سے پاؤں پھسل گیا۔ اور اس  
صدمہ میں انتقال فرمایا۔

## شخصی زندگی

آپ بنگال کے رہنے والے تھے۔ شروع شروع میں اس  
اولیاء اللہ کے قائل نہ تھے۔ لیکن حضرت مجدد کی خاص توجہ سے  
ان کی یہ سرکشی جاتی رہی۔ حضور نے خلافت عطا فرمائی۔ اور

ن روانگی اپنی پاپوش عطا کی۔ جو آج تک منگل کوٹ میں  
رہے۔

آپ شریعت اور طریقت کے نکات کو خوب سمجھتے تھے۔  
سے ایک بہت بڑا سلسلہ مجددیہ قائم ہوا ہے۔ مزار شریف  
ہا کوٹ میں ہے۔

## حضرت مولانا عبدالواحد لاہوری

آپ حضرت مجددؑ کے بڑے خلیفہ ہیں۔ بہت کثرت سے عبادت  
تھے۔ حضرت مجددؑ کے ارشاد کے مطابق بخارا شریف لے گئے۔  
کسی نے مسجد میں نہ ٹھہرنے دیا۔ رات کو خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ نے  
بہ میں متولیاں کو ڈانٹا۔ کہ اس نوردار سے اچھا سلوک کیوں نہیں کیا۔  
چنانچہ صبح متولیاں نے اگر معذرت چاہی۔ اس طرح آپ کی  
توقیر بڑھ گئی۔ اور ہزار ہا لوگ دور دراز سے آکر بیعت  
نے گئے۔

## حضرت خواجہ عبداللہ خواجہ پیر اللہ

یہ دونوں مرشدزادے تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ نے  
ہرد کو حضرت مجددی خدمت میں لا کر توجہ خاص کے لیے فرمایا  
حضرت مجددی بڑی عزت سے پیش آئے۔ اور توجہ خاص سے مشورہ  
فرمایا۔ آپ کے نام ایک پائیس صفحہ کا مکتوب بھی ہے۔ جس  
عقائد اہلسنت والجماعت سے مفصل بحث کی گئی ہے۔

## حضرت مولانا محمد بدلی

آپ بدخشاں سے تشریف لائے تھے۔ حضرت مجددی سے  
ملے کیا۔ اور خلافت پالی۔  
آپ بے حد حسین تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ے بنا، محبت تھی، حج کے سینے گئے، تو عرفات کے میدان میں  
 ٹہنی پر ہو، حج دیکھ کر طبیعت سے تڑپا ہو گئی، کیوں کہ اسی موقع پر  
 در صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جہاں مبارک نظر کے سامنے آیا، بے اختیار  
 رگڑے، اور بے ہوش پڑے رہے، جب ہوش آیا تو رقص  
 نے لگے، اور یہ شعر پڑھنے لگے،

گرایں بسا ازل خیمہ سروں شود!

بسا کوہ و صحرا کر مخمبوں شود!

عرب دیکھ کر کہہ رہے تھے، کہ ٹہنی مخمبوں ہو گیا ہے، لیکن آپ  
 منوں اسی شعر کو پڑھ کر رقص فرما رہے تھے۔

## حضرت مولانا مالک اللہ

آپ پر جذبہ غالب تھا، حضرت مجدد سے خلافت حاصل  
 ما، عشق محمدی میں ہر وقت سرشار رہتے، اتباع سنت کا بہت  
 دل فرماتے، بسا اوقات جذبہ غالب ہوتا، تو مدتوں یہی کیفیت



رہتی۔ ننگے سر اور ننگے پاؤں جسم پر ٹاٹ لپیٹ کر آپ بیت اللہ شریف  
 گئے۔ اور مدینہ منورہ ہوتے ہوئے تمام چلے گئے۔ اور وہیں انتقال  
 فرمایا۔

## شیخ آدم بنوریؒ

حضرت آدم بنوریؒ حضرت مجددؒ کے بڑے خلفاء میں سے  
 ہیں۔ شروع میں یہ عابجی حضرات افغانستان کے مرید ہوئے اور انھوں نے  
 فرمایا کہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں تجھے دے چکا ہوں  
 جب مزید تشنگی کے تحت حضرت مجددؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 اور اپنے مرشد کے الفاظ نقل کیے۔ تو حضرت مجددؒ نے فرمایا  
 یہ شروع شروع کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور محض مبتدی  
 کے لئے تسلی ہوتی ہے۔  
 حضرت مجددؒ نے چند ماہ توجہ فرمائی۔ اور آپ کے مقالات

آتی ہونا شروع ہوگئی۔ مدارج طے کروانے کے بعد خلافت عطاء  
یہ اور رخصت کی اجازت دے دی۔

**نت کا شروع** | آپ کی طبیعت شروع میں ہدایت پر مائل نہ تھی  
رجوعات سے طبیعت گریز کرتی۔ لیکن بعد

رجوعات کا یہ عالم ہو گیا۔ کہ ہزاروں معتقدین ہر وقت ساتھ  
نے۔ ننگر آپ کا بہت وسیع تھا۔ اور آپ کے ننگر میں باورچی  
نو کھانا پکاتا تھا۔ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے ہزاروں  
ہیں آپ کے ساتھ ہوئے۔ ہر مقام پر ہزاروں کی تعداد میں  
سے فیض حاصل کرتے۔ مکہ معظمہ سے جب آپ مدینہ منورہ  
چکے۔ تو اشتیاق بے انتہا تھا۔ آرزو تھی۔ کہ مدینہ النبی کو چھوڑ کر  
ایا جائے۔ چنانچہ یہ آرزو ان کی پوری ہوگئی۔ آپ کا مدینہ  
میں انتقال ہو گیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

شیخ آدم بنوری نے اپنی کتاب نکات الاسرار میں تحریر فرمایا  
کہ حضرت مجدد کی ایک توجہ ہے ہزار سال سلوک

سے بہتر ہے۔ حضرت مجدد سے آپ کو بہت محبت تھی۔  
جاتے ہیں۔ کہ حضرت مجدد کے مزار مبارک سے دو سال تک

میں حاصل کرتا رہا۔ آپ کے لاکھوں مرید تھے۔

شاہجہان کے عہد میں آپ ہندوستان ترک کر کے مجاز گئے تھے۔ طبیعت میں فقر و استغناء بہت زیادہ تھا۔ اسلئے  
امرا اور وزرا کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

تمام ممالک اسلامیہ میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ بہت جلد پھیل گیا۔  
 اس کے فیوضات اس قدر وسیع تر ہوتے گئے کہ دیگر سلاسل کے  
 مانجین بھی اس سلسلہ عظیم سے وابستگی کرنے لگے۔ اور آج یہ بے  
 کلفت کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مجددؒ کے خلفائے کے خلفائے کی بدولت  
 سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ تمام عالم اسلامی میں مقبولیت حاصل کرچکا ہے  
 جس کے خلفائے کے حالات اس کتاب میں جمع کرنا بہت مشکل ہے  
 ورنہ چند ایک کے حالات ہیمنہا بہت اختصار کے ساتھ شامل  
 دیئے ہیں۔

حضرت شیخ سیف الدین بن حضرت محمد مصوم کمال بن  
 مرت مجددؒ کے خلیفہ خواجہ نور محمد بدایونی کے واسطے سے حضرت  
 ذابا نجاناں مظہر شہید رھسولی کا سلسلہ طنائے ہے جو سند  
 الیائے عظام کی صف اول میں ہیں۔

# حضرت مرزا جانجاناں منظر شہیدؒ کی فتاویٰ

ولادت ۱۶۹۹ء شہادت ۱۷۸۰ء

آپ کے کشف و کرامات اور تصرفات بے انتہا ہیں۔ وہ علی گلی کوچے اور درو دیوار حضرت مرزا جانجاناں منظر شہید کے تصرف کے شاہد ہیں۔ شریعت اور طریقت میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔

حضرت امام احمد رضا علی شاہ ولی اللہ دہلوی کا قول

آپ کی نسبت لکھتے ہیں :-

آنچه قدر ایشان ما مردم میدانیم. شما چه دانید.  
احوال مردم ہند بر ما مخفی نیست. کہ خود مولد و منشا  
فقیر است. و بلا و غرب را نیز دیدہ ایم. و سیر نمودہ  
احوال مردم ولایت از ثقات آنجا شنیدہ ایم و تحقیق  
کردہ کہ عزیزے کہ بر جادہ شریعت و طریقت و اتبار

کتاب و سنت پھینک اسوار و مستقیم باشند۔ دور ارشاد  
 طالبان شان عظیم و نفس قوی وارو۔ دریں جزو زمان  
 مثل الیصال در بلا و مذکور نیافتہ می شود مگر  
 در گذشتگان بلکہ در ہر جزو زمان وجود  
 اینچنین عزیزان کمتر بودہ است چہ جائے  
 این زمان کہ پرفتنہ و فساد است۔

علماء صالحا کی عقیدت

جمہد علمائے معاصرین حضرت  
 مظہر شہید کے کمالات ولایت

کے قائل ہیں۔ دور دراز سے تشنگان خانقاہ مظہریہ میں اگر فیض  
 اب ہوتے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا یہ مرکز مغلیہ سلطنت کے زوال  
 کے دور میں بھی عوام و خواص کے سکون قلبی اور فیضان روحسانی  
 کا چشمہ بنا ہوا تھا۔ بادشاہ وقت شاہ عالم ثانی آپ سے انتہا  
 درجہ کی عقیدت رکھتا تھا۔

، محرم الحرمات کے وقت کسی ناہنجار اور بدبخت نے  
 دروازے پر دستک دی۔ آپ نے دروازہ

وصال

کھولا۔ اُس نے اچانک دو تین کاری وار آپ پر کیئے۔ اور بھاگ گیا۔ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا۔ تو اپنا یہی شعر پڑھنا شروع کر دیا۔

بنا کر دند خوش رسمے بجاک خون غلطیدن  
خدا رحمت کنڈیں عاشقان پاک طینت

میں دن یہی شعر ورد زبان رکھا۔ بادشاہ وقت نے بہت کوشش کر کے قاتل کا پتہ لگایا جاوے۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر مال دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ بہتر انتقام لینے والا ہے۔ آخر ۱۰ محرم الحرام کو انتقال فرمایا اور دروازہ ترکمان میں اپنی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ جو آج تک مرجع عوام و خواص بنا ہوا ہے۔

**خلفاء**

آپ کے خلفاء بے شمار ہیں۔ اللوالعزم خلف

(۱) مولانا غلام محی

(۲) مولانا شہداء الشہ پانی پی

(۳) مولانا شاہ غلام علی دہلوی کے نام تعارف کے محتاج نہیں



ہیں۔ حضرت مولانا غلام محی کا نام علی رکنی صفت اول میں ہے  
آپ نے درسیات کی کتب متداولہ پر حاشیے بھی لکھے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ اللہ پانی پوری مدظلہ العالی کو شاہ عبدالعزیز دہلوی  
بہت ہی رقت کہا کرتے تھے۔

آپ بیت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ "علا پد منہ" اب تک مدارس  
میں بڑھائی جاتی ہے۔ "تفسیر مظہر" (سات جلد) اپنے شیخ کے نام  
لکھ کر ایک ہمہ گیر شہرت حاصل کی ہے۔ اور بیت سے رسائل اور  
کتب آپ کی یادگار ہیں۔

۱۸۰۰ء میں آپ کا وصال ہوا ہے۔ اور آپ کا مزار شریف

پانی پت میں ہے۔

حاکم الاولیاء شاہ غلام علی نور اللہ صاحب

مرزا جانجاناں مظہر شہید کے نامور نلیفہ شاہ عبداللہ المعروف  
شاہ غلام علی دہلوی ہیں۔ آپ کو تیرھویں صدی کے مجدد مانتے ہیں۔

رُوم، شام، عراق، عرب، کردستان، ترکیہ کے علاقہ جہات میں  
آپ کی وجہ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا فروغ ہوا۔

شیخ خالد کروی خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

نے دہلی آکر آپ سے بیعت کی اور بقاعدہ منازل طے کر کے خلافت حاصل  
کی۔ واپس جا کر دولت عثمانیہ میں اس سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی بہت  
زیادہ ترویج کی۔ اس سلسلہ کی اتنی مقبولیت تھی کہ مصطفیٰ کمال آتارک  
نے جب تمام صوفیہ سلسلوں کا فائدہ کیا۔ تو فقط استنبول میں ۲۷ تکیہ  
سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے تھے۔

علاقہ کردستان میں شیخ خالد کرویؒ کا نام اب تک احترام سے  
لیا جاتا ہے۔ شیخ کرویؒ عربی فارسی کے بلند پایہ شاعر بھی تھے آپ  
نے بہت سے قصائد حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی تعریف میں لکھے  
ہیں۔

علامہ شامی نے "سل الحسام الہندی لفضرة مولانا خالد نقشبندی" کے  
نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جو مصر میں چھپ چکا ہے۔ شیخ  
خالد کرویؒ کی وجہ سے بہت سے بلاد اسلامیہ کے بزرگ حضرت  
شاہ غلام علی دہلویؒ کے پاس حصول فیض کی خاطر حاضر ہوئے۔ خلافت

حاصل کی۔ اور واپس جا کر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ترویج کی۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی خانقاہ  
عوام و خواص کے لئے باعث کشتش

عوام و خواص کی اراوت

تھی۔ شکر بڑا وسیع تھا۔ پانچ سو کے قریب صبح و شام کھانا کھانے والے ہوتے تھے۔ اور خود حضرت کے پاس ایک صبا نہ رہتا تھا۔ ہر شخص آپ کی ولایت کا دل سے قائل تھا۔ سرسید مرحوم نے بھی حضرت شاہ غلام علی دہلوی کا نام آثار الصنادید میں بڑے احترام سے لیا ہے۔ اور خود ان کو ماندانی اراوت کی وجہ سے "دادا حضرت" کہہ کر یاد کیا ہے۔

۱۲۴۰ھ میں حضرت شاہ غلام علی دہلوی کا وصال  
ہوا۔ اور اپنے شیخ کے پہلو میں خانقاہ منظر یہ  
اندرون ترکمان دلازہ دفن ہوئے۔

وصال

"نور اللہ مضجعہ" سے تاریخ وصال نکالی ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے خلیفہ شاہ ابوسعید کے واسطے سے  
شاہ عبدالغنی دہلوی اور ان سے حضرت مولانا محمد علی و ترقی اور ان کے  
واسطے سے حضرت مولانا محمد اعظم حسین مہاجر مدنی کا سلسلہ ملتا ہے۔  
ان بزرگان عظام کے واسطے سے بلا و سرب میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

کی تذب ترویج ہوئی۔

ہندوستان میں شاہ ابوسعید کے غیفہ مولانا محمد شریف قندھاری اور مولانا دوست محمد قندھاری ہیں۔

ہر دو خلفاء شاہ ابوسعید سے دو شاہیں ہو گئیں۔

مولانا محمد شریف قندھاری سے حاجی محمود جالندھری، ان سے خواجہ قادر بخش، ان سے سائیں توکل شاہ انبالوی اور خواجہ عبدالخالق کا سلسلہ ملتا ہے۔

مولانا دوست محمد قندھاری سے خواجہ محمد عثمان مونس زئی، ان سے مولانا سراج الدین، ان سے مولانا غلام حسین، مولانا فضل علی، مولانا احمد خان (کنڈیاں) اور مولانا حسین علی (وال بھیراں)۔

مولانا محمد عظیم حسین مہاجر مدنی اور خواجہ عبدالخالق ہر دو کے واسطوں سے شیخنا محمد منا قطب العالم حضرت علامہ محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت نقشبندیہ مجددیہ پہنچی ہے۔

دوسرے لفظوں سے حضرت مجدد کے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا فیضان دنیائے اسلام میں عالم گیر ہو چکا ہے۔ دعا ہے کہ تاقیام قیام میں اس سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیوضات و برکات انشراح صدور

مائیت قلوب کا باعث ہوتے رہیں۔ اور ہمگناں تک اسلاف  
کے لئے اس سلسلہ کی وابستگی باعث نجات ہو۔  
اَنْتَ وَاٰلِیُّنَا وَالدُّنْیَا وَالْآٰخِرَةُ لَوْ فِیْ سُلٰمٍ وَّالْحَقُّ بِالصّٰلِحِیْنَ  
لَا اٰمِنُ رَبَّنَا

شہیدیم کہ در روز امتیاد ویم  
بدان را بہ نیکان بخشد کریم

